تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

جلد نمبر ۳۱ | مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | شمارہ نمبر ۱۸

۲۵ جولائی ۱۹۹۳ء
۱۵ صفر ۱۴۱۴ھ

نگران اعلیٰ
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مشاورت
مولانا مذر الحفیظ ندوی — مولانا شمود الزماں ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی — مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید

زرِ تعاون علمی
سالانہ ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ۵ روپے
بیرونِ ملک بذریعہ ہوائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۲۵ ڈالر
بیرونِ ملک بذریعہ بری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر
خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیرِ حیات پوسٹ بکس 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور رقم تعمیرِ حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۰۰ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیرِ حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

نوٹ
بجٹ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیرِ حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں۔

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے آزاد پریس میں طبع کرا کے دفتر تعمیرِ حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شائع کیا

درس حدیث

اسلام میں باغبانی و زراعت کی فضیلت

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی ——— ترجمہ: شمس الحق ندوی

(قسط ۵)

کھجور کی غذائی حیثیت

کھجور کے باغات لگانا اسلامی اقتصادیات کا نمایاں مظہر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب و تشویق اور ہمت افزائی کو کاشتکاری و باغبانی کی طرف صحابۂ کرام کی توجہ و دلچسپی میں بڑا دخل تھا۔

مسند میں ابو سفیان جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے کوئی درخت لگایا تو اس درخت سے جو بھی انسان پرندہ، درندہ یا جانور کھائے گا وہ اس درخت لگانے والے کیلئے صدقہ میں شمار ہوگا۔"

صحابۂ کرام اس حدیث پاک کے دور رس اثرات و فضیلت کو اچھی طرح سمجھ گئے اور کھجور و باغبانی کی قیمت و حقیقت ان پر عیاں ہو گئی کھجور کی غذائی حیثیت کے علاوہ بھی اس کے باغات سے دل کو فرحت و انبساط آنکھوں کو لطف و سرور اور زمین کو حسن و جمال حاصل ہوتا ہے، کوئی بھی پہاڑی میدانی یا وادی کا علاقہ ایسا نہیں ہے جو نگاہوں میں اتنا پرکشش ہو جتنا کھجوروں کی شادابی کا منظر انسان اس کے سایہ سے فائدہ اٹھاتا ہے اس کے گچھوں کو دیکھ کر لطف اندوز ہوتا ہے اس کے تازہ کھجوروں کی لذت سے بہرہ ور ہوتا ہے کھجور مسافر و سیاح کا زادِ راہ ہے۔ اسی وجہ سے کھجور مدینہ منورہ میں اہم ترین درختوں میں شمار ہوتا ہے، اہل مدینہ کا مال اکثر و بیشتر کھجور ہی ہوتا ہے، اس سے ان کی روزی چلتی اور ضروریات زندگی پوری ہوتی ہیں۔

عہد نبوی میں کھجور کی اہمیت اس درجہ تھی کہ غلام اپنے آقا سے اس شرط پر مکاتبت کرتا تھا کہ اس کے لیے کھجور کے کچھ تھالے بنا کر کھجور کے پودے تیار کرے گا۔ وہ حضرات کھجور کی ٹہنیوں اور تنوں سے مکانات کی چھتیں بناتے تھے، ستون بھی اسی کے تنے کے ہوتے تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کی چھال اور پتوں سے ڈلیاں چٹائیاں، کھجور ناپنے کے پیمانے جیسی دوسری چیزیں بھی بناتے ہیں جو سب کے سب کارآمد و مفید ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ ہم لوگ خدمت نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اسی اثنا میں کھجور کا گوندلا یا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایسے اچھے درخت سے نکلا ہے جس کی برکت و افادیت بندۂ مومن جیسی ہے۔ میرے ذہن میں آیا کہ آپکی مراد کھجور سے ہے مگر جی میں آیا کہ میں عرض کروں کہ اللہ کے رسول آپ کی مراد کھجور سے ہے، لیکن چونکہ میں کمسن تھا اس لیے بڑوں کے ہوتے ہوئے اپنے خیال کا اظہار کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ خاموش رہا پھر جب کوئی نہیں بولا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نخلہ درخت کھجور ہے۔

اس حدیث سے کھجور کی قیمت، اس کی اہمیت امتیاز خصوصی اور بہت سارے فوائد کا اندازہ ہوتا ہے خواہ وہ غذا کی حیثیت سے ہوں یا چھال پتوں، اور تنے کے قابل انتفاع ہونے کے اعتبار سے ہوں غرضیکہ افادیت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشبیہ بندۂ مومن سے دی ہے کہ اسکی ہر بات خیر ہی خیر ہوتی ہے کھجور بھی ایسا ہی ہے اس لیے اہل مدینہ کے نزدیک کھجور سب سے اہم اور قابل ترجیح پھل تھا۔ چنانچہ جب پہلے پہلا پھل لگتا تو صحابہؓ اس کو لیکر خود بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جب اپنے دست مبارک میں لیتے تو فرماتے (اَللّٰھُمَّ بارِکْ لَنا فی ثمرنا) اے اللہ تو ہمارے کھجور میں برکت دے دے۔

صحرا میں زندگی گذارنے والے مجاہدین کی سب سے پہلی خوبی و صفت قوت و طاقت تھی اور ان کی دوسری صفات قوت برداشت، صبر امراض کی قوت مقاومت، یہ صفات ان کو کیسے حاصل ہوئیں؟

یقینی بات ہے کہ یہ قوت ان کو اس غذا سے حاصل ہوئی جو ان کی اہم اور عمدہ غذا ہے یعنی کھجور، حتیٰ کہ علمی تحقیق نے کھجور کو (مُنْجِم) سے تعبیر کیا جو قدرتی توانائیوں سے بھرپور ہوتا ہے۔ یہ اس کے دیگر فوائد کے علاوہ ہے جو اس کی دوسری مستقل غذائیں بنا کر حاصل ہوتے ہیں، جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زیادہ حدیثوں میں ارشاد فرمایا ہے" سلیمان بن بلال نے ہشام سے اور انھوں نے حضرت عروہ سے اور عروہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس گھر میں کھجور موجود ہو وہ فاقہ زدہ نہیں کہلا سکتا۔

محمد بن عبد الرحمن اپنی والدہ کے حوالہ سے اور وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتی ہیں کہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ! جس گھر میں کھجور نہ ہو اس گھر والے فاقہ زدہ ہیں (باقی صفحہ ۳۰ پر)

اس شمارے میں

۱۔	درسِ حدیث	شمس الحق ندوی	۲
۲۔	اے اہلِ نظر باعثِ عبرت ہے یہ منظر	ع ـ ع ـ ن	۵
۳۔	ذاتِ الٰہی سے غیر مربوط علم	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	۷
۴۔	عالمِ پیر مر رہا ہے	سید علی صاحب	۸
۵۔	ایجوکیشن، پولیس اور پریس	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	۱۲
۶۔	برطانوی نومسلم	مسعود حسن حسنی	۱۳
۷۔	قادیانیت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	۱۴
۸۔	شہرِ خموشاں کے مکیں	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۱۷
۹۔	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۱
۱۰۔	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۲
۱۱۔	اسلام ترا دیش ہے	رسال الدین احمد	۲۳
۱۲۔	بیت المقدس	محمد ابراہیم ندوی	۲۶
۱۳۔	ندوہ کے شب و روز	محمد ابوالبقاء ندوی	۲۸

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/۱۰ روپے کے حساب سے زرِ ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخِ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالمی فی سینٹی میٹر =/R.20
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
1- Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH - K.S.A.

ریاض
2- Mr. SAEED MURTAZA NADVI Sb.
P.O.Box No. 3922
RIYAZ, 11481- K.S.A.

برطانیہ
3- Mr. Mohd. AKRAM NADVI Sb.
O.c.I.S.
10 - St. Cross Road
Oxford OX1 3T4 - U.K.

ساؤتھ افریقہ
4- Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
5- Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
6- Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI - U.A.E.

پاکستان
7- Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI- Pakistan-31

امریکہ
8- Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 - U.S.A.

اداریہ

اے اہلِ نظر باعثِ عبرت ہے یہ منظر

یمن میں جنگ ختم ہوگئی، یا یوں کہئے ایک خونی ڈرامے کا بہت ہی بھیانک اور ہولناک سین ختم ہوا، شمالی یمن نے (جس کا دارالحکومت صنعا رہے) جنوبی یمن (جس کا صدر مقام عدن ہے) پر قبضہ کر لیا، یہ جنگ دو سال سے زیادہ چلتی رہی، پہلے کچھ عرصے سرد رہی پھر آخر میں 'گرم' ہوگئی۔ راکٹ، میزائیل اور دوسرے تباہ کن اسلحے بے دردی سے پوری سخاوت کے ساتھ صرف کئے گئے، ہلاک ہونے والوں کی تعداد عرب ممالک کے اخبارات لاکھ ڈیڑھ لاکھ بتاتے ہیں، مغربی پریس میں تین لاکھ سے اوپر کا تخمینہ ذکر کیا گیا ہے، بستیاں جل بھن کر خاک سیاہ ہوئیں، املاک اور عمارتوں کا جو نقصان ہوا اس کو از سرِ نو تعمیر کرنے میں دس بیس سال کی مدت درکار ہے، اسکول کالج مدرسے شفاخانے، ایرپورٹ تباہ ہوئے، سڑکوں اور پلوں توڑ کر اس طرح ناقابل استعمال کر دیا گیا کہ جو مسافت ایک گھنٹے میں طے ہوتی تھی اب دن میں بھی آسانی سے طے نہیں ہو سکتی۔ ہلاک ہونے والے سپاہیوں اور عام شہریوں نے اپنے پیچھے مصائب و آلام کا جو طویل سلسلہ چھوڑا ہے اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، زخمیوں کی ایک طویل تعداد ہے جس کو دوا اور مرہم پٹی بھی میسر نہیں ہے، بحرِ ہند اور بحرِ عرب کے دہانے پر عدن، مکلا، حضرموت کی آبادیاں پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہی ہیں تالابوں کے جراثیم سے بھرے ہوئے پانی سے لوگ اپنی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔

یہ خبریں جب اخبارات کی بڑی بڑی سرخیوں میں آرہی تھیں، یہی عین زمانہ فٹ بال کے ورلڈ ٹورنامنٹ کا بھی تھا، جنگ کی تباہی اور ہلاکت خیزی کی داستان پڑھنے والے صرف وہی تھے جن کا کسی نہ کسی طرح کا تعلق اس علاقہ سے یا اس علاقہ کی سیاست سے تھا، باقی ان کی نظریں ورلڈ کپ کی طرف پیش قدمی کرنے والی ٹیموں کی طرف تھیں، ایک کھلاڑی کو اس کے ملک (ارجنٹائن) کی ٹیم نے نکال دیا، اس پر احتجاج بنگلہ دیش میں ہو رہا تھا، اور لاکھوں عرب مسلمانوں کا خون برسات کے پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے، ایک ملک آگ میں جھلس رہا ہے، اس کی کسی کو پرواہ بھی نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اگر پرواہ کرتے بھی تو کیا کر لیتے۔

یمن کی آبادی پہاڑوں پر اور کچھ وادیوں میں ہے، وادیاں سرسبز و شاداب اور زراعتی ہیں۔ یہاں کے عرب مسلمان باشندے محنتی اور جفاکش ہیں، یمن کے دونوں بازوؤں کی خصوصیت یہی ہے کہ صنعا، حدیدہ، زبید اور عکا کی طرح مکلا، حضرموت کی آبادیوں میں بے شمار علمائے دین، صوفیاء، سادات، فقہاء، محدثین پیدا ہوئے، اسلام سے وابستگی دوسروں کی بہ نسبت ان کو زیادہ رہی، مگر پچھلی دہائیوں میں جو اشتراکیت کا کالرا پھیلا اس کے جراثیم مغرب زدہ، نئے تعلیم یافتہ (یا تعلیم زدہ؟) افراد نے پوری طرح قبول کر لئے اور یہی طبقہ سیاست میں دخیل تھا، حکومت کے حصول کے لئے اسی نے عوام کو مسحور کیا تھا، کمیونزم کا کالرا اسی طبقہ کا لایا ہوا تحفہ تھا، جس سے دونوں بازو (صنعا و عدن) ملوث ہوگئے اور انھوں نے اپنی غریب فاقہ زدہ اور جفاکش مسلمان آبادیوں پر اس کو مسلط کر دیا۔

سب سے پہلے یمن (صنعا) نے مصریوں اور شامیوں کے دلفریب نعرۂ قومیت پر لبیک کہا اور شاہ یمن (عبدالحمید) کو مجبور کر کے "الجمہوریۃ العربیۃ المتحدہ" کا "ثالثۃ الاثافی" بنا لیا، مگر قبل اس کے کہ دو سال بعد قومیت کا دیگ ٹوٹ کر گرے مصر نے خود بڑھ کر، یا ہوا کا رخ دیکھ کر ان کو اس زمرے سے الگ کر دیا۔

اس کے ایک عرصہ بعد عدن اور صنعا نے اپنے آپ کو ایک متحد ملک قرار دیا، دونوں میں قدر مشترک اشتراکیت پر ایمان تھا۔

مولانا عمران خانؒ کی اہلیہ وفات پاگئیں

کچھ ہی دنوں قبل مولانا عمران خانؒ کے فرزند رضوان خاں کے انتقال کا حادثہ پیش آیا تھا جس کا عالم پیری میں مولانا کی اہلیہ پر غیر معمولی اثر پڑا تھا کمزور و بیمار پہلے سے چل رہی تھیں، حادثہ کے بعد صحت برابر بگڑتی گئی بالآخر ۱۶ر جولائی ۹۴ء کو جان جان آفریں کے حوالہ کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کا وجود پورے خاندان کے لئے باعث خیر و برکت تھا، صوم وصلاۃ کی پابندی کے ساتھ دعوتی ذوق وجذبہ کی مالک تھیں، مولانا کے دینی و دعوتی کاموں میں بڑی معین رہیں۔

مولانا عمران خانؒ عرصہ تک دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم رہے اس کے بعد بھوپال کی تاریخی مسجد تاج المساجد جو نامکمل رہ گئی تھی، کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا اور اس کو انجام تک پہونچایا جو ایک حکومت کا کام تھا۔ مولانا نے اسی مسجد میں ایک دارالعلوم قائم کیا جو دارالعلوم ندوۃ العلماء ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

● چند ہفتہ قبل مولانا کے صاحبزادہ رضوان خاں نے وفات پائی، تندرست تھے، لیکن دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اپنے گھرانے میں متحرک وفعال تھے وہ اپنے والد مولانا عمران خانؒ کے بڑے معتمد تھے ان کا انتقال بہت محسوس کیا گیا۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

رابطہ ادب اسلامی عالمی کا سہ ماہی اردو مجلہ

کاروانِ ادب

پہلا شمارہ رابطہ ادب اسلامی کے کام و پیغام کے تعارف، اس کے تو مذاکرات علمی (سیمناروں) کی مکمل فہرست مضامین ان میں سے ایک سے ذاکرہ علمی (دعا، ومناجات کا ادب) کے ۱۳ منتخب مقالوں کے ساتھ۔

شروع میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ کا پیغام اور ادب اسلامی کی تشریح دیدہ زیب کتابت وطباعت۔

۲۰۸ صفحات۔ قیمت ۴۴ روپے

دفتر رابطہ ادب اسلامی۔ پوسٹ بکس ۱۳۴ ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

مگر جب روس میں گیموزنم کا غبارہ پھٹا اور اس کا غذی شیر کی حقیقت دنیا نے دیکھ لی تو ان بے چارے مقلدین کی کیا حقیقت تھی کہ اس کا دم بھرتے مگر شرما حضوری نمنہ چھپانے (FACE SAVING) کے لئے اپنی اڑ اور ضد کی نمائش کرتے رہے بالآخر یہ ساجھے کی ہانڈی سربازار پھوڑی گئی۔

عربوں نے اس سے پہلے اتحاد کے کئی تجربے کئے اور سب ناکام رہے، پہلے عراق اور اردن نے فکر "الاتحاد العربی" نامی تنظیم کے ماتحت ایک ملک ہونے کا اعلان کیا جو کاغذ پر دوشنائی (حبر علی الورق) سے بھی کم پائیدار ثابت ہوئی، پھر مصر و شام اور یمن کا اتحاد ہوا جس کی بنیاد عرب قومیت پر تھی، اور عرب قومیت کی بنیاد عربی زبان پر تھی وحدت لسانی کا یہ تجربہ بھی ناکام ہوا۔

یہ بات ان دانشوروں اور عرب سیاست دانوں کو تسلیم نہیں ہے کہ عرب کبھی اور کسی زمانہ میں متفق نہیں ہوئے ہیں، اگر وہ متحد ہوئے ہیں تو صرف اسلام کے نام پر۔ قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے پوری عرب ملت کو بتادیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ متفق ہوئے تھے تو یہ اتحاد صرف اسلام کا صدقہ تھا

"لو انفقت مافی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم" (الانفال ۶۳)

اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے جب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کرسکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں اتحاد پیدا کردیا۔ بیشک وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

یہ لکھنا پکانے کی دیگ تین طرح تپھر لگا کر جو لیا بنایا جاتا تھا ان ہی پتھروں کو چولہے کا کام دیتے تھے اثافی کہا جاتا تھا۔ ثالثۃ الاثافی کا مطلب ہوا ان ہی تینوں پتھروں میں سے ایک۔ یہ موضوع بہت دلچسپ ہے۔ اس پر آئندہ بھی لکھا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ذات الٰہی سے غیر مربوط علم

بدعنوانیوں اور تخریب کاری کا ذریعہ بن جاتا ہے

ذیل کا مضمون حضرت مولانا مدظلہ کی وہ تقریر ہے جو بمبئی میں ۵ر جولائی کو صابو صدیق کالج آف انجینیرنگ اینڈ ٹکنالوجی کے المالطیفی ہال میں تحریک قرآن نہم، دعوت قرآن وسنت کے زیر اہتمام ہونے والے جلسہ میں ہوئی۔ ادارہ یونس حسن انصاری صاحب کا شکر گذار ہے کہ انھوں نے تقریر مرتب کی اور قارئین تعمیر حیات کو استفادہ کا موقع ملا۔ (ادارہ)

مولانا نے خطبہ مسنونہ کے بعد "اقرأ باسم ربك الذی خلق" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اس پیغمبر اسلام سے مخاطب ہوکر فرمارہا ہے تو اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم پڑھو، اللہ کے نام کے ساتھ، اقرأ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک واضح اشارہ دیا کہ اب جو امت اس دنیا میں آنے والی ہے وہ دنیا کو جاہلیت سے نکال کر نور و روشنی کی دنیا میں لائے گی۔ اقرأ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے علم کا دامن، قسمت کا دامن، تحقیقات و جستجو کا دامن اس امت سے باندھا جو کہ عالم بھی ہوگی اور معلم بھی ہوگی۔ بنا محاسبہ بھی کرتی رہے گی۔ اقرأ کا لفظ مسلمانوں کے مستقبل کو متعین کرتا ہے کہ مسلمان کبھی علم سے بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ اسلامی معاشرہ کبھی علم کو اللہ کی ذات سے الگ نہیں کرسکتا۔ امت علم کو خدا سے مربوط رکھے گی کیونکہ اگر علم کو اللہ سے مربوط نہ کیا گیا، اس کی عظمت شان کریمی، بزرگی اور قدرت سے مربوط نہ کیا گیا تو علم پھر تخریب کاری کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

روم اور یونان کی اقوام علم وفن میں انتہائی ترقی یافتہ قومیں تھیں۔ لیکن ان کے علم کا ربط اللہ کی ذات سے نہیں تھا۔ اس لئے انھوں نے دنیا میں کشت وخون کا بازار گرم کیا۔ دور جدید میں بھی علم اور ٹکنالوجی، سائنس اور دوسرے علوم کا ربط اللہ کی ذات سے نہ ہونے کی بنا پر اس کا استعمال تخریبی کاروائیوں میں کیا جارہا ہے۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا محض اس لئے ہے کہ اس نے علم تو حاصل کیا لیکن علم کا سلسلہ اللہ سے نہیں جوڑا۔

علم جب صفات الٰہی سے اس کی قدرت کاملہ اور حکمت و دانائی اور خدائے بزرگ و برتر کی عظمت سے منسلک ہوجاتا تو ترقی کی منزلیں طے ہونے لگتی ہیں۔ اسرار کائنات منکشف ہوتے ہیں۔ قومیں تعمیری کاموں میں لگ جاتی ہیں۔ پھر ایسا علم انسان کو منافرت، تفرقہ اور تخریب کاریوں سے بچاتا ہے۔ انھیں ان لعنتوں سے دور رکھتا ہے۔ اللہ کے نام کی رہنمائی میں خدا کی وحدانیت اور خوف خدا کے نشہ میں سرشار کرکے علم انسانوں کو ترقی کی معراج سے سرفراز کرتا ہے۔

CONFLICT BEWEEN RELIGION & SCIENCE

کی کتاب کا حوالہ دے کر مولانا نے بتایا کہ اس کتاب میں انگریز مصنف آرتھر نے انتہائی صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ علم جب خدا کے نام سے بے نیاز ہوجاتا ہے تو تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔ اسم الٰہی کے بغیر علم انسانوں میں جذبۂ رعونت پیدا کرتا ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں اس دنیا کی قسمت ہوں انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی ہستی کو نہ بھولے، اقرأ آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی توجہ اس نکتہ کی جانب مبذول کرائی ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ اس سے اللہ کو بتانا مقصود ہے کہ انسان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ وہ اپنی ہستی کو نہ بھولے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اس اقرأ آیت میں یہ سمجھا دیا ہے کہ انسانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کی عظمت بزرگی اور اس کے قادر مطلق ہونے کو کبھی نہ بھولیں۔ جو اللہ خون کے لوتھڑے سے انسانوں کو پیدا کرسکتا ہے اس کے قبضۂ قدرت میں پوری کائنات ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ہے لہٰذا علم کو چاہیے کہ وہ اسم سے جڑا رہے قرآنی تعلیمات سے بے بہرہ نہ رہے۔ انسان اللہ سے بے نیاز نہ رہے۔ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہ سب سے بے نیاز رہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اس کے محتاج ہیں۔ (باقی صفحہ ۲۹ پر)

عالم پیر مر رہا ہے

سید علی، صاحب: کلکتہ

واشنگٹن کے اسلامی سنٹر میں نئے اسلامی سال کے آغاز کے موقع پر نماز شکرانہ کے بعد ایک تقریب میں افتتاحی تقریر کرتے ہوئے امریکہ کے نائب صدر مسٹر البرٹ الگور نے اسلام کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ "اسلام دنیا کا عظیم ترین مذہب ہے جو تمام بنی نوع انسان کو مذہبی عقیدہ کے ساتھ امن، سلامتی اور رواداری کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام پوری انسانیت کو بہت کچھ دے سکتا ہے۔ انھوں نے امریکہ میں اسلام کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کی رواداری، امن اور سلامتی کی تعلیم سے متاثر ہو کر امریکہ کے لوگ بڑی تعداد میں اسلام قبول کر رہے ہیں، اور امریکہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ انھوں نے اسلامی ملکوں کی رواداری اور امن پسندی کی بھی تعریف کی اور کہا کہ اسلامی ممالک کثرت میں وحدت کی تعلیم دیتے ہیں۔"

اس قسم کی ایک تقریر گذشتہ سال ستمبر میں آکسفورڈ کے مرکز برائے مطالعات اسلامی میں "اسلام اور مغرب" کے عنوان پر برطانیہ کے ولیعہد پرنس چارلس نے کی تھی انھوں نے کہا تھا کہ "... دراصل اسلام ہمارے ماضی اور حال کا حصہ ہے۔ اس نے جدید یورپ کی تعمیر میں اپنا حصہ ادا کیا۔ اسلام ہمارا ورثہ ہے۔ اس دنیا میں مل جل کر رہنے کے لیے اسلام کے دامن میں وہ کچھ ہے، جو اب عیسائیت کے پاس نہیں ہے۔ اسلام کائنات اور انسان کا ایک جامع ہمہ گیر تصور ہے جو زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے، اسلام میں پوری زندگی ایک اکائی ہے، مغرب کی ساری ترقی یک رخی ہے..... زندگی کے مادی اور روحانی پہلوؤں میں جو توازن ہم کھو چکے ہیں وہ ہمیں دوبارہ حاصل کرنا ہے۔"

اسلام اور مغرب کے درمیان مفاہمت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ "..... جو مشترک امور اسلام اور مغرب کو قریب کرتے ہیں وہ ان سے بہت زیادہ طاقتور ہیں جو دونوں کو دور کرتے ہیں۔ مسئلہ کی جڑ یہ ہے کہ ہماری چودہ سو سالہ تاریخ باہمی کشمکش اور تصادم کی تاریخ ہے، اس نے خوف اور بے اعتمادی کی ایسی روایت کو جنم دیا ہے کہ ہم تاریخ کو متضاد نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم ماضی میں اسلام کو فاتح کی حیثیت سے ایک خطرہ سمجھتے رہے اور اب جدید دور میں اسے عدم رواداری انتہا پسندی، اور تشدد کا منبع تصور کرتے ہیں فتوحات کا دور تو گذر گیا لیکن اب بھی اسلام کے بارے میں ہمارا رویہ درست نہیں ہوا۔ ہم عام طور پر اسلام کو انتہا پسندوں کے توسط سے سمجھتے ہیں جسے عام طور پر اسلامی بنیاد پرستی کا نام دیا گیا ہے۔ غیر معمولی انتہاؤں کو معمولی قرار دیکر ہم نے اسلام کے بارے میں اپنی رائے کو مسخ کر دیا ہے۔

اسلام کے عائلی قوانین کے سلسلے میں مغرب کے جھوٹے پروپیگنڈے کا پردہ فاش کرتے ہوئے انھوں نے کہا "مغرب کا ایک واضح تعصب اسلامی معاشرہ میں خواتین کے حوالے سے ہے حالانکہ ۱۴ سو سال پہلے قرآن نے خواتین کو جائداد، وراثت، تجارت اور طلاق کی صورت میں بعض تحفظات کے حقوق دیئے برطانیہ میں یہ حقوق میری دادی اور ان کے اہل خاندان کے لیے بھی نئے تھے"۔ اسلامی معاشرے میں عورت خود بخود دوسرے درجہ کی شہری نہیں بن جاتی۔ بہت زیادہ قدامت پسند ملک میں عورت کے مقام کو دیکھکر اسلامی معاشرہ میں اس کے مقام کا اندازہ نہیں لگانا چاہیئے۔"

دو عظیم ملکوں کے دو معتدر سربراہوں کے ان صاف ستھرے خیالات سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اسلام کے سلسلے میں مغرب کی سوچ اور لہجے میں خوشگوار تبدیلی آرہی ہے اور اسلام کے سلسلے میں عصبیت کا پردہ اٹھ رہا ہے۔ یہ مثبت اور تعمیری سوچ اور اسلام کی عظمت کا کھلے ذہنوں سے اعتراف اسلام کے حق میں تابناک مستقبل کا اشارہ ہے۔ ان تقریروں سے پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں سربراہوں نے محض رواداری میں اور سرسری مطالعہ کی بنیاد پر اسلام سے متعلق حقائق کا برملا اظہار نہیں کیا بلکہ ماضی اور حال کے تجربے، مادیت کے کڑوے کسیلے نتائج اور عصری نظاموں سے موازنہ اور علم و تحقیق کے نتیجہ میں انھوں نے اس سچائی کا سراغ لگایا ہے کہ اسلام ان کا ورثہ اور متاع گمشدہ ہے اور یہ کہ اسلام ہی بنی نوع انسانیت کیلئے امن، سلامتی اور رواداری

کا ضامن مذہب۔ یہ وہ مذہب ہے جو زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے اور مادی اور روحانی توازن عطا کرتا ہے۔

یہی بات تو یہی ہے کہ دنیا کے ملمع چہرہ کے پیچھے بے چینی، تلخی اور بے قراری کا جو لاوا دہک رہا ہے اس سے دانشور طبقے میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے، فتنہ و فساد، دجل و فریب اور نفرت و عصبیت کی اس دنیا سے لوگ تنگ آگئے ہیں وہ ایک نئی دنیا، نئے نظام کی تلاش میں ہیں ایسا حیات بخش نظام جو انکو تہذیب نو کی غارتگری سے بچا سکے ان کے ویران دل کو آباد کر سکے، انکی افسردہ اور بیمار روح کو طمانیت بخش سکے، مگر وہ نئی دنیا، نیا نظام کون ہو سکتا ہے امریکہ کا عالمی نظام، یہودیوں کا صیہونی خواب یا اسلام؟ اس کا جواب اسلام ہے، عالم پیر مر رہا ہے نئی دنیا کا مستقبل اسلام ہے۔

اسلام؟ اس خوش فہمی کی بنیاد کیا ہے۔ کیا دو چار دانشوروں کی تقریروں سے خوش ہو کر یہ پیش گوئی کرنا درست ہو سکتا ہے؟ مغرب کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس نہ عسکری قوت ہے نہ اسلحہ، علم ہے نہ دولت، سائنس ہے نہ ٹکنالوجی، میڈیا ہے نہ پروپیگنڈا مشنری، مسلمانوں کی تہذیب پر، معیشت پر، تعلیم پر، قانون پر مغرب کا تسلط ہے، اندرونی طور پر وہ بکھرے اور ٹوٹے ہوئے ہیں، ان میں اتحاد ہے نہ یگانگت، ذوق عمل ہے نہ نشاط کار، ان کے سامنے نہ کوئی واضح نصب العین ہے نہ مقصد حیات، نہ منزل ہے نہ منصوبہ ــــ اخلاق و کردار میں وہ پست عیش و عشرت کے وہ دلدادہ، باہمی آویزش میں وہ گرفتار۔ پھر اتنا ہی نہیں ہر طرف ان کی بربادی کے مشورے اور منصوبے اور ان کی سرکوبی کی سازشیں ہو رہی ہیں، ان کے لئے نئی نئی اصطلاحات کی تخلیق ہو رہی ہے اور پروپیگنڈے کی مہم چل رہی ہے۔ ان کی قوتوں کو پامال کیا جا رہا ہے، ان کے درمیان باہمی نفرت اور عداوت کی آگ بھڑکائی اور پھوٹ ڈال کر ان کی توانائی برباد کرائی جا رہی ہے ــ ایران عراق اور کویت دست و گریباں ہو کر کھوکھلے ہو گئے مصر اور فلسطین اسرائیل سے گلے مل گئے، اردن، شام اور دیگر عرب ممالک کو اسرائیل کے آستانے پر جھکانے کا اہتمام ہو رہا ہے۔ زبوں حالی کے اس نقشے کو دیکھکر کون کہہ سکتا ہے کہ عالم کا مستقبل اسلام ہے۔

اسلامی غلبے کے آثار افغانستان، الجزائر، پاکستان اور سوڈان وغیرہ ملکوں میں ابھرے تھے تو ایسی سازش کی گئی کہ افغانستان خانہ جنگی میں الجھ گیا، مصر اور الجزائر اسلام پسندوں کو باغی اور ملک دشمن قرار دیکر پھانسی پر لٹکا رہے ہیں، سوڈان کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے، پاکستان میں مغربی اہلکاروں کو لا بٹھایا گیا ہے۔ یورپ کے قلب میں بوسنیا ہرزے گووینا ئی اسلامی قوت بن کر ابھر رہا تھا کہ اس کو ملیا میٹ کرنے کی کوشش کامیاب ہوتی دکھائی دے رہی ہے۔ دنیا کے ہر گوشہ میں مسلمانوں پر زمین تنگ اور زندگی اجیرن بنائی جا رہی ہے۔ آخر ایسے کیا آثار ہیں جسکی روشنی میں مستقبل کو اسلام سے جوڑا جا سکتا ہے؟

یقیناً ان حالات میں دور دور تک اسلام کا مستقبل تاریک ہی نظر آتا ہے۔ لیکن نہیں ــــ عجلت میں، حالات کی اوپری سطح کو دیکھکر فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اسلام کی بقا اور قیام کا انحصار مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی یا نسل پرستینی اور روایتی مسلمانوں کے انتشار اور ان مسلم ممالک کی نااہلی اور نالائقی پر نہیں ہے جو دین سے ناواقف اصول دین سے منحرف اور مغرب کے آلہ کار ہیں اسلام کا غلبہ اسلئے یقینی معلوم ہوتا ہے چونکہ یہ دین فطرت ہے، یہ انسانی ضمیر کی آواز ہے۔ یہ حقیقی امن، سچی مساوات، بے لاگ انصاف، رواداری اور سلامتی کا ضامن ہے۔ اور آج کا انسان ان ہی لازوال نعمتوں سے محروم ہے۔ اور ان ہی نعمتوں کی تلاش میں ہے۔ اسلام کا مستقبل نسلی اور روایتی مسلمانوں سے وابستہ نہیں ہے یہ سارے انسانوں کی وراثت ہے۔ مغربی قومیں بھی اس کی وارث ہیں۔ آثار بتا رہے ہیں کہ یہی اسلام کی علمبردار بن کر اٹھنے والی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اسلام کی امامت ان ہی کو سونپی جائے کیونکہ وہی بڑھکر اسلام کو گلے سے لگا رہے ہیں اور شرح صدر کے ساتھ اس کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں۔

اسلام آرہا ہے۔ اگر یہ محض خوش عقیدگی ہے تو پھر بتایا جائے کہ مسلمانوں اور مسلم مملکتوں کی موجودہ زبوں حالی اور افراتفری کے باوجود آج مغربی قوتیں اسلام سے اتنا خوفزدہ کیوں؟ وہ کیوں آئینہ امروز میں فردائے اسلام کا منظر دیکھ کر ہول کھا رہی ہیں؟ کیوں اس کی سرکوبی کے لیے وحشیانہ منصوبے بنا رہی ہیں۔ اسلام کی تلوار، اسلام کا خنجر، جارحیت پسند اسلام اسلام کا غیظ و غضب، مسلمان آرہے ہیں؟ ساتویں صدی کے بعد اسلام پھر مارچ کر رہا ہے جیسے عنوانات پر کتابیں۔ اور مضامین کیوں لکھے جا رہے ہیں؟ بچانن (BUCHANAN) لکھتا ہے "ہزار سال تک انسانیت کے مستقبل کے لیے کشمکش اسلام اور عیسائیت کے درمیان رہی ہے۔ اکیسویں صدی میں پھر وہی ہو سکتا ہے۔" (سنڈے ٹیلیگراف) اس کے برخلاف مرفی (MURPHY) زیادہ حقیقت پسندی کا اظہار کرتا ہے وہ کہتا ہے "سرد جنگ کے بعد اگر مسلم دنیا تصادم کی نئی سرحد بنتی جا رہی ہے تو بات یہ نہیں ہے کہ ان سے کسی جنگ یا دہشت گردی کا خطرہ ہے بلکہ ان کا چیلنج کہیں زیادہ بنیادی ہے۔ وہ روز بروز

بڑھتی ہوئی سماجی اور سیاسی قوت ہیں جو مغرب کے مسلم تصورات پر حملہ آور ہیں مثلاً ترقی کے معنی، خدا اور انسان کا تعلق، انسانی زندگی میں ٹکنالوجی صنعت کاری اور اخلاق کا مقام" (لائمس اینجلز ٹائمز)۔ برطانیہ کا ہفت روزہ اکنامسٹ اس خیال کا اظہار کرتا ہے "اسلام اور مغرب کی اصل جنگ زمینی اور فضائی، اسلحوں اور ہتھیاروں کی نہیں دل و دماغ جیتنے کے لیے ہوگی"۔

امریکہ کے نائب صدر مسٹر البرٹ الگور اور برطانوی ولی عہد پرنس چارلس نے اسلام کے حوالے سے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس کی قدر و قیمت اس لحاظ سے بہت بڑھ جاتی ہے کہ وہ دونوں مغربی دنیا کے نظریہ ساز اداروں سے تعلق رکھتے ہیں وہ صرف دو ممتاز دانشور ہی نہیں دنیا کی دو بڑی جمہوری مملکتوں کے ذمہ دار اور ایسی بڑی طاقتوں کے سربراہ بھی ہیں جن کے ہاتھوں میں دنیا کی فکری باگ ڈور اور معاشی و سیاسی نکیل ہے۔ زمین پر ان کو ہی غلبہ و تمکن حاصل ہے۔ یہ اس قوم عالم سے تعلق رکھتے ہیں جو ایک طویل عرصہ سے اسلام کی حریف رہی ہے۔ ایسے افراد اس وقت اسلام کی عظمت کا اعتراف کر رہے ہیں جب ظاہر بین نگاہیں اسلام کے پیروکاروں کو پامال، شکستہ حال اور زمین پر بے زور پا رہی ہیں: ایسے عالم میں جب ساری طاقتیں ان پر اس طرح ٹوٹ رہی ہیں جس طرح بھوکے دسترخوان پر اور ان حالات میں جب اسلام کی تصویر بری طرح مسخ کی جا رہی ہے۔ وہ اسلام کی حمایت اور وکالت کر رہے ہوں تو سمجھنا چاہیئے کہ اسلام ایک قوت بن کر ابھر رہا ہے جسکو ان کی دور رس نگاہیں دیکھ رہی ہیں۔

مغربی دانشوروں اور سربراہوں کی سوچ و فکر میں اسلام کی واپسی کے سلسلے میں جو تبدیلی آرہی ہے وہ یوں ہی نہیں ہے اس کے دو واضح اسباب ہیں۔ (۱) تحریک اسلامی کی بڑھتی چڑھتی طوفانی قوت (۲) مغربی سماج میں اسلام کی پذیرائی اور قبولیت کا تیز رجحان۔ آفاقیان مذہب کھلی آنکھوں سے عالمی سطح کی تہہ میں اسلامی تحریک کا پلنے والا طوفان مچلتا اور منظم ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ سطح زمین پر اس وقت جو مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں کی مایوس، منتشر اور مغلوب حالت نظر آتی ہے دراصل وہ فیصلہ کن عامل نہیں ہے بلکہ اس کے درمیان ایک نئی قوت ابھر رہی ہے جو بظاہر بے اثر کمزور اور حقیر نظر آتی ہے لیکن اپنی فکر اور کردار کے اعتبار سے جوہری توانائیاں رکھتی ہے، اسی قوت کو وہ بنیاد پرستی اور دہشت گردی کا نام دیکر معتوب اور مغلوب کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ان کے حلقوں سے ٹوٹ کر بڑی تعداد میں مسلمان اور اسلام کے لیے سازگار حالات کے باوجود لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ اسلام قبول کرنے والوں میں مردوں سے زیادہ عورتیں ہیں اس پروپیگنڈے کے باوجود کہ اسلام عورت کو پست مقام دیتا ہے، قبول اسلام کی تیز رفتاری کا یہ عالم ہے کہ امریکہ میں آباد مسلمانوں میں ۴۰ فیصد نو مسلم ہیں جس میں بڑی تعداد ۲۰ تا ۳۰ سال عمر کے نوجوان ہیں۔ واضح رہے کہ امریکہ میں اس وقت تقریباً ۵۰ لاکھ مسلمان ہیں۔ کئی یورپی ممالک میں اسلام دوسرا بڑا مذہب بن گیا ہے۔ فرانس میں کمیونسٹ پارٹی کی داغ بیل ڈالنے والا شخص مسلمان ہو کر اعلان کر رہا ہے کہ دنیا کا مستقبل اسلام ہے۔ اسلام کی سربلندی کے لیے اسپین میں پھر تحریک اسلامی سرگرم عمل ہو گئی ہے۔

شاطران مغرب یہ دیکھ کر بدحواس ہو رہے ہیں کہ جس قدر اسلام کو دبانے اور کچلنے کی کوشش تیز ہو رہی ہے اتنا ہی وہ ابھرتا جا رہا ہے شاندار حال کو چھوڑ کر لوگ موہوم مستقبل کی طرف یوں ہی نہیں دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ صاف ہے کہ جھوٹ اور فریب کا پردہ چاک ہوتا جا رہا ہے اور سچائی بے نقاب ہو کر سامنے آرہی ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا آہستہ آہستہ اس سچائی سے واقف ہوتی جا رہی ہے کہ مغرب کی بے خدا تہذیب اور اس کی عالمی قیادت اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہے اور اس کی کوکھ سے اب دکھ والم اور تباہی کے علاوہ کچھ اور برآمد ہونیوالا نہیں ہے۔ ۱۹۱۴ء سے امن عالم بار بار تہہ و بالا ہو رہا ہے۔ آج اسلحہ کی جنگ کے امکانات گھٹ گئے ہیں لیکن تہذیبی جنگ کا خطرہ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا ہے، مغرب نے جس تہذیب، آزادی، رواداری انصاف اور انسان دوستی کا پروپیگنڈا کیا تھا اس کا راز فاش ہو رہا ہے۔ صلیبی جنگ کے بعد سے اسلام کے خلاف جس نفرت، تعصب اور دشمنی کا پرچار کیا گیا تھا وہ سب دھیرے دھیرے بے اثر ہوتے جا رہے ہیں۔ مستقبل کے پردہ میں نہاں اس تہذیبی تصادم اور اس تصادم میں نظریۂ مغرب کی شکست کا اندازہ مغرب کے دانشوروں کو اچھی طرح ہو چکا ہے۔ یہ نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ تہذیب کہنہ اور مغربی نظام کی شکست کا اعتراف کے سوا کیا ہے۔ مگر نئی بوتل میں پرانی شراب سے آج کا انسان مطمئن نہیں ہو سکتا اس کو تو جہان نو کی تلاش ہے۔

مستقبل یقیناً اسلام کا ہے، اسلام کے بغیر عالم کا کوئی مستقبل نہیں، لیکن مستقبل کسی قوم کی گود میں پکے پھل کی طرح یوں ہی نہیں ٹپک پڑتا۔ یہ کڑی محنت، پختہ عزم، صبر اور ثبات قدمی چاہتا ہے۔ امت مسلمہ اور ——

اسلامی تحریکات کے سامنے اس وقت سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ انسان کے دل و دماغ کو کیسے فتح کیا جائے، کیسے ان کا تزکیہ اور تنظیم کیا جائے اور اسلام کے حق میں استعمال کیا جائے۔ یہ مقصد تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب اپنی تمام ذہنی، علمی اور اخلاقی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے۔ محبت، رواداری اور فیاضی سے دلوں کو جیتا جائے۔ اور نفرت، عداوت اور تشدد کو پھٹکنے نہ دیا جائے۔ اسی کے ساتھ اعتصام باللہ، للّٰہیت اور بنیان مرصوص کی بنیادوں کو مضبوط کیا جائے۔ تحریکات اسلامی کی معمولی سی قوت و حرکت سے عالمی نظام کے ٹھیکیداروں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ الجزائر مصر اور ترکی کے حکمرانوں کے ہوش اڑنے لگے ہیں۔ افغانستان، سوڈان، پاکستان بنگلہ دیش میں بالادستی کی معرکہ آرائی ہو رہی ہے۔ غرضیکہ جاہ پرست اور مغرب زدہ اپنوں اور پرایوں پر اس وقت ایک دہشت طاری ہے اور اس قوت کو کچلنے کی سازش رچی جا رہی ہے۔ حالانکہ دین کے جانثاروں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ نہ اسکو کہیں اقتدار حاصل ہے نہ وہ وسائل میسر ہیں جو دوسروں کو ہیں اس پر یہ خوف یہ رعب یقیناً یہ قوتیں روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ اور خوش آئند پہلو یہ ہے کہ مغربی اقوام کے ذہنی و فکری لحاظ سے ممتاز ترین افراد تیزی سے اس کی طرف لپک رہے ہیں اور اپنی تازہ صلاحیتیں اسلام کے بلڑے میں ڈال رہے ہیں۔ گذشتہ ۱۰-۱۲ سال میں اسلامی لٹریچر کا سیلاب سا آگیا ہے۔ یہی وہ آثار ہیں جو مستقبل کا پتہ دیتے ہیں یہی وہ لہریں ہیں جو بتاتی ہے کہ عالم پھر مر رہا ہے اور عالم کا مستقبل اسلام ہے ٭٭

بقیہ:- بیت المقدس

ان کو شہید یا زخمی کر کے ہی چھوڑا اور اچانک سادہ لوح عرب مسلمانوں نے دیکھا کہ انکی غیرت و حمیت کا مجسمہ سپہ سالار لبنی ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ آج صلیبی جنگوں کا آخری دن ہے اور اس کے ٹھیک دو سو سال بعد فرانسیسی جنرل اور صلیبی سپہ سالار غورو نے بھی وہی کیا جب وہ دمشق میں داخل ہوا چنانچہ اس نے صلاح الدین ایوبی کے مقبرے پر کھڑے ہو کر چیخ کر اعلان کیا یہ دیکھو صلاح الدین ہم دوبارہ واپس آگئے

چوتھا زوال ۱۹۴۸ء اور ۱۹۶۷ء میں

۱۹۴۸ء تک بیت المقدس برطانوی استعمار کے تصرف و مالکیت میں رہا اس کے بعد جب اس کو یہ اطمینان ہو گیا کہ صہیونیت سے تعلق رکھنے والی یہودی فوج پوری مسلح ہو چکی ہے تو اس نے اپنے اقدامات کا اعلان کر دیا اور حکومت کی باگ ڈور اور اسکے اختیارات ان کے حوالے کر دیئے، عربی فوجوں نے فلسطینیوں کی مدد کے لئے پیش قدمی کی اور یہ فوجیں انگریز جنرل گلاب بات کی قیادت میں تھیں لیکن دوسرے لمحے فلسطینی باشندوں اور عرب قوم کے سپوتوں کو اس سانحے سے دوچار ہونا پڑا کہ یہ فوجیں ہائی کمان کے حکم سے صہیونی طاقتوں کے سامنے سپر انداز ہو کر پسپا ہو رہی ہیں جس کے بعد گاؤں گاؤں شہر شہر پر فرنگیوں کا پرچم لہرا رہا تھا بیت المقدس بھی انھیں علاقوں میں سے تھا جو صہیونی پنجوں میں آچکا تھا اس میں جو حصہ محفوظ تھا اس پر اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں جلد ہی قبضہ کر لیا اور اس طرح بیت المقدس ہی کیا بلکہ پورا فلسطین بشمول سرزمین عرب کی بڑی مسافت اس وقت سے لیکر تا امروز اسرائیلی شکنجے میں جکڑا ہوا ہے

آزادیٔ فلسطین کیونکر ممکن ہے

آج بھی مسجد اقصیٰ کو ناپاک قبضہ سے پاک اور بیت المقدس کو آہنی زنجیروں سے آزاد کیا جا سکتا ہے لیکن درج ذیل شرطوں کے ساتھ۔

۱- اتحاد باہم و سعی پیہم کو عنصر لازم سمجھا جائے، افتراق اختلاف و انتشار سے پرہیز کیا جائے۔

ارشاد ربانی ہے "اور اللہ کی رسی (دین) مل جل کر اور متحد ہو کر مضبوطی سے پکڑو اور باہم جدا نہ ہو" اور "باہم جھگڑے اور انتشار سے بچو جس کی وجہ سے ناکام ہو جاؤ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے"

۲- جنگ کے لئے مجاہدین کے دستے تیار کئے جائیں۔ "حکم خداوندی ہے" اور اس کے لئے (دشمنان اسلام) بقدر استطاعت طاقت کا انتظام کرو۔

۳- ان دشمنوں کے مقابلے میں جو باغیوں اور قابض طاقتوں کی تائید و حمایت کریں متحدہ موقف و مورچہ اختیار کیا جائے فرمان الٰہی ہے۔ "یقین جانو کہ اللہ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح صف بستہ ہو کر جنگ کرتے ہیں گویا کہ وہ شیشہ پلائی دیوار ہوں"

۴- اتنا بجٹ مہیا کرنا جو جنگ کی شدت اور مقدس فریضہ کے تقدس اور بار امانت کے شایان شان ہو۔ فرمان خداوندی ہے "اور اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال کی بازی لگا کر جہاد کرو۔

۵- قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جد جہد کی تنبیہ الٰہی ہے "اے اہل ایمان ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے، اللہ کے یہاں یہ سخت ناراضگی کی بات ہے کہ ایسی باتیں کرو جو کرو نہیں" اور "آپ فرما دیجئے اگر تمہارے آباء اللہ اور اسکا رسول اور تمام مومن عنقریب تمہارا عمل دیکھیں گے"

"ایجوکیشن، پولیس اور پریس درست ہو جائیں تو اس ملک میں جینا آسان ہو جائے"

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کا ایک مختصر انٹرویو

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ۲۴ اپریل ۱۹۹۳ء کو غازی پور تشریف لے گئے، وہاں ان سے نئی دنیا کے لئے عبید الرحمن غازیپوری نے ایک مختصر انٹرویو لیا جو قارئین کی نذر ہے۔

سوال :- پیام انسانیت فورم جو آپ کی بہت پرانی تحریک ہے اس کا کیا مقصد ہے۔ کیا یہاں بھی آپ اسی تحریک کی خاطر آئے ہیں؟

جواب :- جی ہاں! یہی جذبہ، یہی مقصد اور یہی تڑپ اس قدیمی اور تاریخی شہر میں بھی کھینچ لائی ہے۔ ہمارے ملک میں کبھی کبھی جنون کا دورہ پڑتا ہے آزادی کے وقت بھی اسی دیوانگی اور جنون کا دورہ پڑا تھا۔ یہ دورہ نہ پڑے، آپس میں میل جول، پیار و محبت ہنا رہے۔ یہی پیام انسانیت فورم تحریک کا مقصد ہے۔ اس وقت علاج کرنے والوں کی ضرورت ہے جو دیوانہ بن کر اس ملک کے گلی گلی، کوچے کوچے میں پھریں اور گفتگو میں۔ جتھے بنا بنا کر دورے کریں، عوام کو جمع کریں ملک کے نام پر انسانیت کے نام پر عقل و انصاف کے نام پر ان سے اپیل کریں کہ اب ختم کرو اب ٹھنڈے ہو جاؤ اب جو تعمیری کام ہیں ان کے کام ہیں وہ کام کرو، تعمیر پیدا کرنا ہی پیام انسانیت فورم تحریک کا مقصد ہے۔

سوال :- اس ملک کی بقا و ترقی کے لئے آپ کون سے اقدامات ضروری سمجھتے ہیں؟

جواب :- اس ملک کی بقا کے لئے صرف تین چیزیں بہت ضروری سمجھتا ہوں، سیکولرزم، ڈیموکریسی اور تیسری عدم تشدد۔ اگر یہ تینوں چیزیں رہیں گی تو ملک زندہ رہے گا۔

سوال :- اس وقت ہندوستان بہت خراب پوزیشن میں سانس لے رہا ہے خاص کر بابری مسجد کے شہید ہونے کے بعد۔ اب امن و سکون کی واپسی کے لئے کیا ہونا چاہئے؟

جواب :- صرف تین چیزیں اگر درست یا ٹھیک ہو جائیں، ایجوکیشن، پولیس اور پریس تو اس ملک میں جینا بہت آسان ہو جائے۔ بیشک بابری مسجد کی شہادت کے بعد ہندوستان میں طرح طرح کے دورے پڑے ہیں، اس سے گھبرائیے نہیں۔ ہماری پھیلنے سے گھبرائیے نہیں۔ آپ انسان ہیں زندگی میں سب کچھ ہوگا، یہ نشیب و فراز میں زندگی کے، اتار چڑھاؤ ہیں زندگی کے، اس دورے کا علاج کرنے کے لئے، بیماری ختم کرنے کے لئے کوئی ڈاکٹر نہ ہو تو فکر کی بات ہے۔ اگر لوگوں کے دلوں سے ڈر ختم ہوتا ہے تو اعتماد و بھروسہ بڑھے گا۔ لوگوں کے آپسی تعلقات بہتر ہوں گے ملک میں پرسکون فضا بنے گی۔

سوال :- تاریخ کی گردان کرکے کبھی کبھی تنازعات کھڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ سائنسی دور میں جب کہ دنیا کہاں سے کہاں جا رہی ہے تاریخ کا الٹا سفر کرانا ملک کی سالمیت کے لئے کیا خطرہ کا باعث نہیں ہوگا؟

جواب :- تاریخ کا الٹا سفر کرنا ملک کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے عزیز اور مقدس مقامات کو اپنی تحویل میں لے لیا تو یاد رکھئے کہ پھر یہ اختلاف ان کے اندر خود چلے گا۔ ایک وقت آئے گا جینی، بدھسٹ، کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ ہماری عبادت گاہوں کو واپس کرو۔ ایک جگہ پڑھا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں سائنٹھ میں شنکر اچاریہ پیدا ہوئے تھے انھوں نے تمام بدھ عبادت گاہوں کو ہندو مندروں میں تبدیل کر دیا تھا میں نے جاکر وہاں دیکھا ہے کہ جینیوں کے ہزاروں مندر بدل گئے، بدھوں کے سیکڑوں، ہزاروں مندر ہندوؤں کی تحویل میں چلے گئے یہ بات نالندہ کی بدھسٹ یونیورسٹی کی ہے۔ میں نے تاریخ کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے اس میں پایا ہے کہ جب اس طرح کے حالات کسی ملک میں پیدا ہوئے ہیں تو خون کی ندیاں بہہ اٹھی ہیں۔ زبردست ہیجانی کیفیت پیدا ہوئی ہے۔

سوال :- آپ ہندوستان کے لوگوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

جواب :- بیماری دیکھ کر تڑپنے والوں کی کمی ہے، یہ بات ہر ملک، ہر سوسائٹی، ہر تہذیب اور ہر عہد کے لئے خطرناک ہے۔ یہ دنیا جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ ان علاج کرنے والوں کی بدولت باقی ہے جنھوں نے اپنا آرام چھوڑا کھانا پینا چھوڑا گھر والوں کو بھولے اور انسانوں کو انسانوں کو بچانے کیلئے اور انسانوں کو انسانوں کے خنجر سے محفوظ رکھنے کے لئے گھروں سے باہر آگئے فاقے کئے جاگ کر راتیں گذاریں جان کو خطرہ میں ڈالا اور دیوانہ وار نکل پڑے، آج ایسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ میرا پیغام ہے کہ لوگ ہمت کرکے باہر نکلیں، لوگوں کے بیچ جائیں شاید کسی کی بات کسی کو لگ جائے۔

ترجمہ: مسعود حسن خاں

برطانوی نومسلم

محمد یوسف (ایان لن سبن) سے ملاقات

میرے اسلام کے سبب مجھ کو میرے گھر والوں نے گھر سے نکال دیا اور مسلمانوں نے مجھ کو ہاتھوں ہاتھ لیا

میں اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، اس لئے کہ میں ایسے معاشرہ میں زندگی گزارتا تھا جو اسلام سے ناواقف بلکہ مخالف تھا، یہ بات ایک انگریز نومسلم محمد یوسف نے کہی، اسلام میں داخل ہونے سے قبل ان کا نام (ایان لن سبن) تھا، انھوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے قبل میں گمراہی پر تھا، میری زندگی بے مقصد تھی، جس معاشرہ میں رہتا تھا وہ اسلام سے ناواقف تھا اور ایسے رسم و رواج اور طریقہ زندگی کا عادی تھا جس کو عقل قبول نہیں کرتی تھی، میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اسلام کی دولت بخشی۔

وہ کہتے ہیں کہ میرا اسلام میں داخل ہونا کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہے اس سے بہت قبل مجھ میں اپنی روش زندگی سے بے اطمینانی اور ایک نئی زندگی کی تلاش کی فکر پیدا ہو گئی تھی، وہ باتیں جن کو میرا قدیم مذہب جائز قرار دیتا تھا، چاہے وہ فیشن ہو یا اس کا اختلاط ہو مجھ کو کھٹکتے تھے، لیکن مجھ میں ان کو چھوڑنے کی طاقت نہیں تھی، میرے اس احساس اور بے چینی نے ہی میری زندگی میں اسلام میں داخل ہونے کا جذبہ پیدا کیا، میں مسلمانوں کو جب نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتا تھا، اور بعض مسلمان عورتوں کو پردہ کی حالت میں بھی دیکھتا تھا، اور ایک دوسرے سے ہمدردی کرتے دیکھتا تھا جبکہ ان کے درمیان کوئی رشتہ اور تعلق نہیں ہوتا تھا، تو مجھے کشش محسوس ہوتی تھی، کیونکہ یہ باتیں میرے مذہب میں عملی طور پر نہیں پائی جاتی تھیں، اس لئے میں نے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ابتدا کی اور میں نے مطالعہ شروع کر دیا، اور بعض اسلامی کتابوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں، اور بعض اسلامی مجلسوں میں حاضر ہوا، اور وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ میں مسلمان ہو گیا اور حقیقت یہ ہے کہ میں اس وقت اپنے آپ کو ان خوش نصیب لوگوں میں پاتا ہوں جو اپنے خالق کو مانتے ہیں، میں اسلام اور مسیحیت کے درمیان عظیم فرق پاتا ہوں، اسلام سلامتی اور تسامح اور محبت و بھائی چارگی اور آپس میں ربط و ضبط کا مذہب ہے، اور صحیح شکل میں مسلمانوں کی زندگی کو منظم کرنے والا مذہب ہے۔

سوال :- کیا آپ کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اپنے گھر والوں کی طرف سے کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، آپ نے ان مشکلات کا کس طرح مقابلہ کیا؟

جواب :- حقیقت یہ ہے کہ مجھے شروع میں ہی کچھ دشواریاں پیش آئیں، مجھ کو اسلام سے تعلق ختم کرنے پر مجبور کیا گیا، لیکن میں نے انکار کیا، جس کے نتیجہ میں مجھے میرے خاندان سے نکال دیا گیا، اور یہ اچھا ہی ہوا، اس لئے کہ مسلمان بھائیوں سے ملنا دین اسلام کی تعلیم کے لئے ضروری تھا، کچھ ہی عرصہ کے بعد معاملات معمول پر آنے لگے میرے اور میرے خاندان کے درمیان فاصلے ہو گئے، میرے خاندان والے ادیان کے علاوہ دوسرے لوگ یہ جانتے تھے کہ اسلام تمام یورپ میں تیزی سے پھیل رہا ہے، اور میرا اسلام لانا کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، لہٰذا میں نے اس وقت ایک نقشہ تیار کیا، تاکہ ان کو بعض اسلامی کتابیں دے کر اسلام سے متعارف کراؤں اور وہ اسلام قبول کریں، میں نے طے کیا کہ میں ان سے ملاقات کرکے دس منٹ اسلام کے بارے میں ان سے گفتگو کروں اور اس کی تعلیمات کے بارے میں کچھ بتاؤں، میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کی اسلام کی طرف رہنمائی کرے جیسا کہ ہماری رہنمائی کی۔

سوال :- اسلامی دعوت کے سلسلے میں یورپ میں کیا ہو رہا ہے، اور اس کی اشاعت کے سلسلہ میں، اور لوگوں کے اس کے قبول کرنے کے سلسلہ میں آپ کے کیا تصورات ہیں؟

جواب :- حقیقت یہ ہے کہ یورپ میں اسلام بغیر کسی بڑی کوشش کے تیزی سے پھیل رہا ہے، تمام لوگ اسلام کے بارے میں بہت سے سوالات کرتے ہیں وہاں بہت سی عورتیں ہمارے پاس آتی ہیں تاکہ ہم سے اپنے بیٹوں اور شوہروں کی مشکلات کے حل کے بارے میں سوال کریں،

باقی صفحہ پر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

قادیانیت

(۹۰ صفحہ کا مختصر قسط)

اسلام اور نبوتِ محمدیؐ کے خلاف ایک بغاوت

ایک غلط اور خطرناک مفروضہ

مرزا غلام احمد صاحب کا ایک مفروضہ جس نے اسلامی ذہن کے لئے بے چینی اور اسلامی معاشرہ کے لئے انتشار کا ایک مستقل دروازہ کھول دیا ہے، یہ ہے کہ وہ "مکالمات و مخاطبات الٰہیہ" کو مذہب کی صداقت کی شرط اور اتباع اور مجاہدات کا قدرتی نتیجہ تسلیم کرتے ہیں، ان کے نزدیک جس مذہب میں مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کا سلسلہ جاری نہ ہو وہ مذہب مردہ اور باطل ہے، بلکہ شیطانی مذہب ہے، اور جہنم کی طرف لے جاتا ہے، اور جس مذہب کے پیرو زہد و مجاہدہ کے باوجود اس دولت سے سرفراز نہ ہوں، وہ گمراہ محروم اور نابینا ہیں۔

وہ براہین احمدیہ کی جلد پنجم میں لکھتے ہیں:

"ایسا نبی کیا عزت اور کیا مرتبت اور کیا تاثیر اور کیا قوت قدسیہ اپنی ذات میں رکھتا ہے، جس کی پیروی کے دعوے کرنے والے صرف اندھے اور نابینا ہوں، اور خدا تعالیٰ اپنے مکالمات و مخاطبات سے ان کی آنکھیں نہ کھولے، یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں، صرف قصوں کی پوجا کرو، پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا جو کچھ ہیں قصے ہیں اور کوئی اگر چہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے اس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے، اور ہر ایک چیز پر اس کو اختیار کر لے تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔

میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوا کہ اس زمانے میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہو گا، میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔"

مکالمات کو شرط قرار دینے کے نتائج

مرزا صاحب نے "مکالمات و مخاطبات الٰہیہ" کو معرفت و نجات اور صداقت و حقانیت کی شرط قرار دے کر اس مذہب کو جس کو اللہ تعالیٰ نے سہل اور ہر شخص کے لئے قابل عمل قرار دیا تھا، نہایت مشکل اور نہایت محدود بنا دیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" (البقرہ - ۱۸۵)

اللہ تمہارے اوپر آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا۔

"وما جعل علیکم فی الدین من حرج" (اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ الحج ۷۸)

"لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا" (البقرہ ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے۔

لیکن اگر معرفت و نجات کے لئے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ شرط ہیں تو اس دین سے زیادہ دشوار چیز کوئی نہیں اس لئے کہ بکثرت لوگ اس مکالمہ و الہام سے فطرۃً مناسبت نہیں رکھتے اور خواہ وہ کیسے ہی مجاہدات کریں، مکالمہ و الہام کا دروازہ ان پر نہیں کھلتا، بہت سے لوگ اس سے فطری مناسبت رکھتے ہیں، مگر ان کو ان مجاہدات کی (جو مکالمہ اور مخاطبت الٰہیہ کے لئے شرط ہیں) فرصت یا توفیق نہیں، وہ عالمگیر مذہب جو ساری انسانیت کی فلاح کے لئے آیا ہے، اور سب کو خدا کے دین کی دعوت دیتا ہے، معرفت و نجات اور مغفرت و رضا اور وصول الی اللہ کے لئے ایسی کڑی شرط نہیں لگا سکتا، جس کو کروڑوں انسانوں میں سے چند پورا کر سکیں۔

پھر قرآن مجید میں مومنین اور فلاح یافتہ انسانوں کی صفات ملاحظہ ہوں۔ سورۃ المومنون کا پہلا رکوع پڑھئے۔ "قد افلح المومنون ۰ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ۰" الخ۔ سورۃ الفرقان

کا آخری رکوع پڑھئے "وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا" الخ اور خود پہلی سورہ کی آیت پڑھئے۔

"الٓمٓ ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ج ھدی للمتقین ۰ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنا ھم ینفقون ۰" (البقرہ - ۱ و ۲)

اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو، جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا اور قائم رکھتے ہیں نماز کو، اور جو ہم نے روزی دی ہے، ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اس میں کہیں بھی مکالمۂ الٰہی کو ہدایت و فلاح کی شرط قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے برعکس ایمان بالغیب کو ہدایت کی پہلی شرط قرار ..... دیا گیا ہے، اور ایمان بالغیب کا مفہوم ہی یہ ہے کہ نبی کے اعتماد پر (جس کو اللہ تعالیٰ اجتبائی طور پر مکالمۂ الٰہی کے لئے انتخاب فرماتا ہے) غیبی حقائق پر جو تنہا عقل اور حواس ظاہری کی مدد سے معلوم نہیں کئے جا سکتے تسلیم کیا جائے، اگر مرزا صاحب کا ارشاد تسلیم کر لیا جائے کہ مکالمۂ الٰہی معرفت اور نجات کے لئے شرط ہے تو ایمان بالغیب کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اور اس پر قرآن مجید کا اصرار سمجھ میں نہیں آتا۔

پھر یہ صحابہ کرامؓ کی زندگی ہمارے سامنے ہے، پوچھا جا سکتا ہے کہ ان میں سے کتنے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے سرفراز تھے؟ اور حدیث تاریخ سے کتنوں کے متعلق ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ان کو مکالمہ و مخاطبہ حاصل تھا؟ کوئی شخص جو اس دور کی تاریخ اور اس جماعت کے مزاج و حالات بلکہ انسانی طبائع و نفسیات سے واقف ہے، اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ایک لاکھ افراد سے متجاوز اس قدسی جماعت کو مکالمہ و مخاطبۂ خداوندی حاصل تھا، اور جب صحابۂ کرام کا یہ حال تھا تو بعد کے لوگوں کا کیا ذکر؟

سلسلۂ نبوت کے انکار کی روح

مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کی یہ اہمیت اور عمومیت درحقیقت نبوت کے خلاف درپردہ بغاوت اور ایک مخفی سازش ہے، مکالمات و مخاطبات کے اس عموم و تسلسل کے بعد عقلاً و عملاً سلسلۂ انبیاءؑ کی ضرورت باقی نہیں رہتی، قرآن مجید اور تمام آسمانی مذاہب نے انسانوں کو ہدایت اور معرفت الٰہی کے حصول، ذات و صفات اور منشاء خداوندی کی شناخت اور حقائق غیبی کے علم کو سلسلۂ نبوت سے وابستہ اور مربوط کیا ہے، قرآن ہدایت یافتہ مومنین کی زبان سے کہتا ہے:

"الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ج لقد جاءت رسل ربنا بالحق ج" (الاعراف - ۴۳)

شکر اس اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ۔ بے شک لائے رسول ہمارے رب کی سچی بات۔

دوسری جگہ ذات و صفات کے بارے میں مشرکانہ و جاہلانہ خیالات و عقائد کی تردید کرتے ہوئے ارشاد ہے:-

"سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون ۰ وسلام علی المرسلین ۰ والحمد للہ رب العالمین ۰" (الصّٰفّٰت ۱۸۰-۱۸۲)

پاک ذات ہے تیرے رب کی، وہ پروردگار عزت والا پاک ہے، ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں، اور سلام ہے رسولوں پر، اور سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔

پھر ان مکالمات و مخاطبات الٰہی کی تنقید کا کیا معیار ہے؟ اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ انسان جو کچھ سن رہا ہے، وہ خود اس کے باطن کی آواز یا اس کے ماحول اور تربیت کی صدائے بازگشت یا اس کی اندرونی خواہشات اور سوسائٹی کے اثرات کا نتیجہ نہیں؟ جن لوگوں نے مکاشفات و مکالمات کے قدیم مجموعے دیکھے ہیں، ان کو معلوم ہے کہ ان کا کتنا بڑا حصہ ان غلط مفروضات و نظریات کی تصدیق اور تبلیغ کرتا تھا، جو قدیم علم الاصنام (MYTHOLOGY) نے پیدا کر دیئے تھے، مصر کی فلاطونیت جدیدہ (NEW PLATONISM) کے روحانی مشاہدات اور ربانی مکالمات ملاحظہ ہوں! کیا ان کے مکاشفات اور مکالمات نے اس وقت کے صنمیات اور فلسفیانہ مفروضات کی تصدیق نہیں کی؟ خود اسلامی دور میں بعض اہل مکاشفہ و مکالمہ، عقل اول سے مصافحہ کرنا اور اس سے ہم کلام ہونا بیان کرتے ہیں، جو محض

فرماتا ہے:-

"لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل" (النساء - ۱۶۵)

تاکہ لوگوں کے لئے اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے۔

مرزا غلام احمد صاحب کے فلسفۂ تسلسل دیقائے وحی اور مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کے عموم و لزوم پر اگر دقت نظر سے غور کیا جائے، اور اس کی علمی تحلیل و تجزیہ کیا جائے تو اس میں ختم نبوت کے بجائے سلسلۂ نبوت کے انکار کی روح نظر آئے گی اور ہدایت و معرفت الٰہی بھی مسمریزم اور جدید تحریک استحضار ارواح۔ (SPIRITUAL - ISM) وغیرہ کی طرح ایک روحانی تجربہ اور عمل بن کر رہ جائے گی۔

فلسفۂ قدیم بلکہ یونانی علم الاصنام کا ایک ذہنی تخیل تھا، خود مرزا صاحب کے مکالمات و مخاطبات میں کتنا بڑا حصہ ان کے زمانہ، ماحول اور تربیت کے تحت الشعور اثرات کا نتیجہ اور اس انحطاط پذیر اور مائل بہ زوال معاشرے کا عکس معلوم ہوتا ہے جس میں انھوں نے نشو و نما پایا اور جس میں وہ اپنی دعوت لے کر کھڑے ہوئے، بلکہ کتنا بڑا حصہ وہ ہے، جس کے متعلق ایک مبصر کو جو ہندوستان کی سیاسی تاریخ سے واقف ہے، محسوس ہوتا ہے کہ اس کا سرچشمہ عالم غیب کے بجائے ہندوستان کا سیاسی اقتدار اعلیٰ ہے، ڈاکٹر سر محمد اقبال نے جو فلسفہ کے بھی ایک عظیم فاضل ہیں اور انھوں نے مرزا صاحب کی تحریک اور ان کے مکالمات و الہامات کا بھی نظر غائر سے مطالعہ کیا ہے، اس حقیقت کو اپنے مخصوص علمی انداز میں خوب واضح کیا ہے، اس مضمون میں جو انھوں نے پنڈت جواہر لال نہرو کے بعض شبہات و سوالات کے جواب میں لکھا تھا، فرماتے ہیں:-

"میں یہ ضرور کہوں گا کہ بانی احمدیت نے ایک آواز سنی لیکن اس امر کا تصفیہ کہ یہ آواز اس خدا کی طرف سے تھی، جس کے ہاتھ میں زندگی اور طاقت ہے، یا لوگوں کے وجدانی افلاس سے پیدا ہوئی اس تحریک کی نوعیت پر منحصر ہونا چاہیئے، جو اس آواز کی آفریدہ ہے اور ان افکار و جذبات پر بھی جو اس آواز نے اپنے سننے والوں میں پیدا کئے ہیں، قارئین یہ نہ سمجھیں کہ میں استعارات استعمال کر رہا ہوں، اقوام کی تاریخ حیات بتلاتی ہے کہ جب کسی قوم کی زندگی میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے تو انحطاط ہی الہام کا ماخذ بن جاتا ہے، اور اس قوم کے شعرا، فلاسفہ، صوفیہ، مدبرین اس سے متاثر ہو جاتے ہیں، اور مبلغین کی ایک ایسی جماعت وجود میں آجاتی ہے، جس کا مقصد واحد یہ ہوتا ہے کہ منطق کی سحر آفریں قوتوں سے اس قوم کی زندگی کے ہر اس پہلو کی تعریف و تحسین کرے جو نہایت ذلیل و قبیح ہوتا ہے، یہ مبلغین غیر شعوری طور پر مایوسی کو امید کے درخشاں لباس میں چھپا دیتے ہیں، کردار کے روحانی اقتدار کی بیخ کنی کرتے ہیں، اور اس طرح ان لوگوں کی روحانی قوت کو مٹا دیتے ہیں، جو ان کا شکار ہو جاتے ہیں، ان لوگوں کی قوت ارادی پر ذرا غور کرو، جنھیں الہام کی بنیاد پر یہ تلقین کی جاتی ہے کہ اپنے سیاسی ماحول کو اٹل سمجھو، پس میرے خیال میں وہ تمام ایکٹر جنھوں نے احمدیت کے ڈرامہ میں حصہ لیا ہے، زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے[2]" (ماخوذ از "قادیانیت")

[1] براہین احمدیہ حصہ پنجم ۱۸۳

[2] حرف اقبال صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸۔

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی کے تعلیمی وظیفے

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی نے نئے تعلیمی سال کے لیے قرض وظیفے جاری کرنے کے لیے درخواستیں وصول کرنا شروع کر دی ہیں۔ صرف وہی مسلم طلبہ درخواست بھیجنے کے مجاز ہوں گے جنھوں نے دسواں درجہ کم سے کم ۸۰ فی صد، بارہواں یا اس کا مساوی امتحان ۷۵ فی صد اور بی اے، بی ایس سی اور ایم اے وغیرہ ۷۰ فی صد نمبروں سے پاس کیا ہو۔ جن طالب علموں کے نمبر اپنی اپنی ریاستوں میں سب سے زیادہ پائے جائیں گے، صرف انھیں طلبہ کو نومبر ۹۴ء میں کسی وقت سوسائٹی کے خرچ پر دہلی بلایا جائے گا۔ دہلی میں دو دن قیام کرانے کے دوران ان کا انگریزی میں تحریری امتحان، معلومات عامہ (جنرل نالج) کا امتحان اور انٹرویو لیا جائے گا۔ اس کے بعد ہی وظیفوں کا فیصلہ ہوگا۔ وظیفہ دسواں درجہ پاس کو ۲۵۰ روپے، بارہواں پاس کو ۳۵۰ روپے، بی اے، ایم اے وغیرہ پاس کو ۵۰۰ روپے ماہانہ دیا جائے گا۔ جن کی ترسیل جنوری ۹۵ء سے شروع ہوگی۔ جو طلبہ وظیفہ پانے کے حقدار ٹھہریں گے انھیں ایک بانڈ بھر کر دینا ہوگا کہ تعلیم مکمل کر لینے کے زیادہ سے زیادہ دو سال بعد سے قرض وظیفہ کی رقم وہ ماہ بماہ (اگر چاہیں تو یک مشت بھی) انھی قسطوں میں واپس کرنا شروع کر دیں گے، جن قسطوں میں وہ انھیں ملی ہوگی وظیفہ پانے والے طلبہ کی تعلیمی پیش رفت کا ہر سال احتساب ہوگا اور صحیح پائے جانے پر ضرورت کے مطابق میعاد اور رقم میں اضافہ کیا جائے گا۔

یاد رہے کہ ۱۹۸۶ء سے اب تک ۲۲۰ مسلم لڑکے لڑکیاں اس اسکیم سے فیضیاب ہو چکے ہیں جو ملک کی ۲۱ مختلف ریاستوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ غیر ملکی طلبہ کو یہ وظیفہ نہیں دیا جاتا۔ وظیفہ کی اسکیم سوسائٹی نے اپنے صدر حکیم عبدالحمید صاحب کی ایما پر صرف اس لیے شروع کی ہے کہ ہندوستانی مسلمان جو تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔ انھیں بھی دوسرے ہم وطنوں کی طرح تعلیمی میدان میں آگے لایا جائے اور وہ تعلیمی پسماندگی سے نکل کر ملک کی ترقی میں زیادہ موثر کردار ادا کر سکیں۔

باقی صفحہ ۲۹ پر

شہر خموشاں کے مکیں

حضرت مولانا کی کتاب پرانے چراغ جلد سوئم کا ایک مطالعہ

پروفیسر وصی احمد صدیقی

جب اپنے میٹھے خاموش خیالوں میں
گزرے ہوؤں کی یاد آتی ہے
میں سرد آہیں بھرتا ہوں ان کی یاد میں جو کھو گئے
اور پرانے غموں کے ساتھ نئے غم بھی سامنے آجاتے ہیں۔
میری آنکھیں بہتی ہیں ان کے لئے جن کو موت
نے چھپا لیا
اور کراہتا ہوں ان صورتوں کے لئے جن کو
دیکھنا اب نصیب نہ ہوگا۔
یہ بیان ہے ان کا جن کو میں پہلے بھی رو چکا ہوں
ولیم شیکسپیر

تین سال پہلے کی بات ہے میں اپنے کالج سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے کر علی گڈھ گیا تھا۔ زندگی کی شام تو آگئی تھی مگر رات باقی تھی۔ رین بسیرے کے لئے ندوہ کی مسجد کے زیر سایہ اپنے خرابات میں آنے کا پروگرام بن رہا تھا۔ وہ ذہنی اور جذباتی رشتے جو ندوہ سے وابستہ تھے مگر نیم خوابیدگی کے عالم میں تھے پوری طرح بیدار ہو چکے تھے۔ ندوہ کا نیلا آسمان، ہنستی ہوئی صبح، سرمئی شام مسجد کے مینارے خیالات کی دنیا پر چھائے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کوئی ندا سے یا اخی کی صدا آرہی ہے۔ "بیا بیا عراقی تو اذانِ خاص مائی"۔

اس دیار کے لئے اپنی روحانی عسرت کی کوئی فکر نہ تھی۔ اطمینان تھا کہ یہ عسرت تو وہاں جا کر دور ہو جائے گی۔ ہم بھی تو عہد وفا استوار رکھتے ہیں "چل خسرو گھر اپنے سانجھ بھئی چو دیس"۔

انسان کیا اور اس کے ارادے کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع دنیا میں ایک فرد کی ذات کی کیا اہمیت ہے۔ ہوس نے سینہ میں چھپ چھپ کے جو تصویریں بنا لی تھیں ایک شام سب بکھر گئیں۔ دل نے بغیر سودائے عشق کے جان کے زیاں کا سامان کیا۔

مضمون حضرت مولانا کی کتاب پر لکھنے بیٹھے تھے اور داستان اپنی سنانے لگے۔ اس کی معقول وجہ یہ ہے کہ موت کو زندگی میں دیکھ لیا۔ یہ کہنا کہ "دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا" میرے لئے موزوں نہیں کیونکہ مرنے کا نہ اس وقت جی چاہتا تھا نہ اب چاہتا ہے۔ کتاب ان لوگوں کے ذکر پر ہے جو بہت دور بستیاں بسا چکے ہیں۔ ان سے مناسبت محسوس ہوتی ہے گو مناسبت صرف "کل من علیھا فان" والی ہے ورنہ اپنے دفتر عمل میں کوئی کارنامہ ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت مولانا کے ان ممدوحین سے تعلق پیدا کرتا ہو۔ لفظ ممدوح کے استعمال پر مجھے کوئی جھجک نہیں کیونکہ ان میں کوئی صاحب طبل و علم نہیں۔ صدر ضیاء الحق مرحوم اپنی کلاہ تری کے ساتھ مرد درویش تھے۔

پرانے چراغ کی پچھلی دو جلدوں کی طرح ان خاکوں میں بھی ان لوگوں کی یاد ہے جن کی زندگی کے واقعات اور تاثرات خود حضرت مولانا کے تاثرات کے ساتھ ہم آہنگ ہیں یا نہ ہیں گو خود ہر داستان میں شامل ہے۔ یہ تیسری جلد چونکہ بساط دل پر تازہ وارد ہے اس لئے میری ساری توجہ اس پر ہے۔ حضرت مولانا کے قلم کی جولانی خیال کی رعنائی اور طرز ادا کی دلکشی اپنی ساری حزنیہ فضا کے ساتھ ہر خاکہ میں ملتی ہے عام تذکروں کی طرح ان میں جمود نہیں بلکہ حرکت اور تغیر ہے۔

ان میں ان لوگوں کا بھی بیان ہے جو خود حضرت مولانا کے گھر کے گوہر شب چراغ تھے۔ ایسے چراغ جن کی روشنی سے باہر کی دنیا بھی مستنیر ہوئی تھی اور ایسے لوگ بھی ہیں جن سے علم اور محبت کے ذریعہ ربط اور تعلق پیدا ہوا تھا۔ یہ سزاوار مدتح وہ لوگ ہیں جن کی قوت ایمانی درجۂ کمال پر تھی اور جن کی دانشوری نے ان کو وزن اور وقار عطا کیا تھا۔ مذہب کے باطنی روح اور ظاہری جمال ہر شخص کے ذکر میں اجاگر ہے۔ وہ لطافتیں اور محبتیں جن کا ذکر دل پر جادو کا سا اثر کرتا ہے۔ افکار کی منطق، محاکات کا تسلسل توصیف کی تفصیلات، تعلیم غرض ہر بات بلاغت کی جان ہے۔ پرانے چراغ سے الف لیلیٰ کے اللہ دین کے چراغ کا جن سامنے آتا ہے مگر اس کا کام عجیب و غریب پر تکلف کھانے کی فراہمی اور محلوں کی تعمیرات نہیں بلکہ وہ ایک دردمند دل، حساس اور بیدار ضمیر کے مالک کا تابع ہے اور اس نے بصائر اور معارف کا قیمتی

ذخیرہ فراہم کیا ہے۔

حضرت مولانا کی تحریر میں ایک ایسی ذہنی اور روحانی دریا دلی ہے جو کسی چیز کو دینے سے دریغ نہیں کرتی مگر کوئی استعارہ، کوئی تشبیہ، کوئی وصفی لفظ یا ترکیب ایسی نہیں جو واقعی حالات اور چیزوں سے بھرپور تعین کے ساتھ مماثلت نہ رکھتی ہو ساتھ ہی ساتھ ایک خارجاز بیان صفت بھی ہے جو سارے مضامین کو ایک وحدت بخشتی ہے۔ جذبات کا ایک ہم آہنگ اور منظم تواتر ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ صاحب تحریر اپنے محبوب کی خوبی اور محبوبی سے پورے طور پر واقف ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی حسیت گرم جوشی اور نرمی طبع میں عام انسانوں سے مختلف ہیں ان کے قلم میں ہمہ گیری اور وسعت ہے اور انسانی فطرت کے نباض ہیں۔

حضرت مولانا کے بیان اور مذہب میں ایک باہمی رشتہ ہے۔ یہ مذہبی جذبہ اعلیٰ درجہ کی متانت کے ساتھ بروئے کار آیا ہے۔ یہ ادبیت کا احساس دیتا ہے۔

حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ ان کو اپنے بیتے ہوئے دن، اپنے برتے ہوئے اشخاص اپنے بچھڑے ہوئے بزرگ اور گزرے ہوئے حالات سے بہت دلچسپی ہے اس دشت کی سیاحی میں ان کی تیسری پشت ہے۔ میر انیس نے لکھا ہے کہ شبیر کی مداحی میں ان کی پانچویں پشت ہے اور غالب لکھا ہے کہ سو پشت سے ہے پیشہ آبا سپہ گری۔ حضرت مولانا اور میر انیس کا فرمانا تو بجا ہے مگر غالب نے شاعرانہ مبالغہ سے کام لیا ہے۔ ان کے لئے تو شاعری ہی ذریعہ عزت رہا ہے اور کوئی شک نہیں شاعروں میں علی کل غالب کا دعویٰ وہ کر سکتے ہیں۔ خیر یہ ایک جملہ معترضہ ہے میں اپنے موضوع پر آتا ہوں۔ جن لوگوں کو حضرت مولانا نے چنا ہے وہ ہیں جن کی زندگی کی نیکیاں، غیر معمولی علم و لیاقت، اسلامی سیرت، اخلاقی ظاہری اور باطنی کمالات کے خود حضرت مولانا شاہد ہیں۔ ان کے انتخاب میں حضرت مولانا کے ذوق اور رجحان اور پسند اور ناپسند کارگر ہے۔ انھیں جگہ نہیں ملی ہے جن سے دید و شنید کا معاملہ کم ہوا اور ملاقاتیں سرسری رہی ہوں۔ ان حضرات کی موت ایک دینی، علمی اور ادبی حادثہ ہی نہیں بلکہ ذاتی حادثہ بھی رہا ہے مگر حضرت مولانا کی بحیثیت مورخ حقیقت پسندی، ان کی قدیم اور جدید سے واقفیت۔ علمی تبحر، ملک کے علمی اور ادبی رجحانات سے واقفیت اور عملی زندگی میں شرکت ان مضامین کی قیمت میں بے حد اضافہ کرتی ہے۔ یہ صفات حضرت مولانا نے اوروں کے لئے لکھی ہیں مگر سب ان پر صادق ہیں، پھر حضرت مولانا کی صفت انشا جو بالکل منفرد ہے۔ ایسے خوبصورت جملے لکھنا جیسے بیت کے بجائے رب البیت، مکان کے بجائے ملکیں سے واصل ہوئے۔ سمند کو شکایت نہیں رہی کہ وہ اس دولت سے یکسر محروم رہے جو زمین کے نصیب میں آئی۔

صحف سماوی کا انداز بیان، خطیبوں کا جوش اور برجستگی، عشاق کی مستی اور وارستگی، عقل و جذب کی لطیف آمیزش، ان جملوں کی داد دینے کے لئے خود قاری کو سخن فہم ہونا چاہئے۔

کتاب کے ناشر نے جو پیش لفظ اس پر لکھا ہے وہ انتہائی خوبصورت اور جامع ہے۔ کتاب کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے ساتھ ہی ساتھ مولانا کی دوسری بے مثال علمی کتابوں کا بھی ذکر ہے جیسے تاریخ دعوت و عزیمت کی سیریز، نبی رحمت المرتضیٰ یہ ان کا کمال ہے کہ ان کی صفات کو جو ایک بحر ناپیدا کنار سے مماثلت رکھتی ہیں ایک کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ کتاب کو انھوں نے [illegible] رقصاں سے تشبیہ دی ہے انھوں نے جو نتیجہ نکالا ہے اس سے میں پوری طور متفق ہوں کہ بیسویں صدی کے دور انحطاط میں ایسے روشن آفتاب اور ماہتاب ہو سکتے ہیں تو گزشتہ صدیوں کی مردم خیزی کا کیا حال ہوگا۔

یہ کتاب نو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں عالم عربی کے چند نامور معاصر اور دینی احباب کا ذکر ہے۔ ایسے لوگوں کا بیان ہے جن کو حضرت مولانا نے ممتاز دینی داعی اور روحانی مربی فرمایا ہے۔ نامور معاصرین اور قائدین ملت جلیل القدر علماء اور خادمین دین۔ احباب اور رفقا سب اپنی جگہوں پر زندہ جاوید نظر آتے ہیں اور آخر میں ان باکمال رفیقوں اور عزیزوں سے ملاقات ہوتی ہے جن کو مولانا نے خورد کہا ہے۔ ان میں مولانا سید احمد الحسنی مرحوم کو چھوڑ کر سب سے اس مضمون نگار کی بھی ملاقات رہی ہے اور کتاب سے تجدید ملاقات ہوئی ہے۔

شیخ حسن البنا مرحوم سے مولانا کی ملاقات نہیں ہوئی لیکن مولانا نے ان کی کتاب مذکرات الدعوۃ والداعیۃ پڑھی اور اس کو شیخ کی شخصیت کی کلید پایا۔ مولانا نے لکھا ہے کہ ان کی طاقت اور قوت کا اصل سرچشمہ فطرت سلیم، دل کی پاکیزگی روح کی بالیدگی۔ دینی غیرت و حمیت اور اسلام کے لئے اضطراب اور بے چینی ہے۔ ان کی دعوت نے عالم عربی کی نئی نسل میں اسلام کی سدا بہار صلاحیت اور اس کے دائمی ہونے کا اعتماد بحال کیا اور جدید نسل کے دلوں میں ایمان کی نئی چنگاری روشن کی۔ ان کو دی ہوئی اذیتیں اور پھر شہادت کو حضرت مولانا نے وہ جرم کہا ہے جس کو تاریخ اسلام کبھی معاف نہیں کر سکتی۔

حضرت مولانا نے سید قطب شہید سے

ایسا لگتا ہے جیسے اپنے دل کی گہرائیوں سے محبت کی ہو۔ ادب چاہے وہ ہندوستان میں لکھا گیا ہو۔ چاہے ترکی میں چاہے عالم عرب میں حضرت مولانا کا ذوق شکست خوردہ کو قبول نہیں کرتا شکست خوردہ ادب سے حضرت مولانا کی مراد وہ ادب ہے جس میں کمزوری اور شرمندگی ہو۔ جو صرف دفاع پر مبنی ہو۔ اور جس میں جرأت اور ہمت پر سکون اور سلامتی کو اور فتح و ظفر کے مقابلہ میں اپنی جان کی خیر منانے کو ترجیح دی ہو۔

مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا کو جب سید قطب کی کتاب "العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام" تحفہ میں ملی تو اس میں حضرت مولانا کو سب سے زیادہ موثر اور جاذب قلب و نظر چیز جو ملی وہ مصنف کا اپنے دین کی صلاحیت، اس کی برتری اور اس کی ابدیت پر ایمان تھا اور مصنف کا پیغام یہ تھا کہ اس میں نوع انسانی کی سعادت اور کامرانی کی ضمانت ہے سید قطب بھی حضرت مولانا کی کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" پڑھ چکے تھے جو ان کے ذوق اور رجحان سے ہم آہنگ تھی۔ حضرت مولانا سے ان کی کئی ملاقاتیں رہیں یہ ایک طرح کا قران السعدین تھا۔ سید قطب نے اس کتاب کا مقدمہ لکھا۔

سید قطب کا بھی گرفتاری اور اذیتوں سے معاملہ پڑا اور انجام شہادت پر ہوا۔ حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہید کے لئے جس حیات کی خوش خبری دی ہے اس میں شہید کے چھوڑے ہوئے آثار کی بقا۔ ان کی شہرت و اشاعت، اس کے نام اور کارناموں سے لوگوں کا شغف بھی اس مفہوم میں شامل ہے۔

شیخ محمد صالح قزاز مرحوم سابق سکریٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ اور شیخ عبداللہ ابراہیم الانصاری مرحوم کے حالات زندگی کو حضرت مولانا نے بڑی دلچسپی اور محبت سے بیان کیا ہے۔ یہ حضرات عام لوگوں کے لئے غیر معروف تھے مگر اب شناسا ہو گئے۔ حضرت مولانا نے ان کے لئے بہترین شعر لکھا ہے۔

در خرمن کائنات کردیم نگاہ
یک دانۂ محبت است باقی ہمہ کاہ

پھر ممتاز دینی شخصیتوں میں حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی کے لئے حضرت مولانا نے لکھا کہ ایمان بالغیب کی دعوت۔ دعوت کے شغف اور انہماک اور تاثیر کی وسعت اور قوت میں انھوں نے مولانا محمد یوسف صاحب کا کوئی ہمسر اور مقابل نہیں دیکھا۔ پورا مضمون ان کی ایمانی قوت، ان کے اعتماد اور توکل، ان کی ہمت اور جرأت، ان کی نماز اور دعا، صحابہ کرام کی زندگی سے ان کی گہری واقفیت، ان کے حالات کا استحضار، اتباع سنت کا اہتمام دعوت و تبلیغ کے متضاد مشاغل کو جمع کرنے کی قوت کے بارے میں ہے۔ مولانا نے پچاس برس سے کم عمر پائی اور اپنے خالق سے جا ملے۔

کام تھے عشق میں بہت پر میر
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پھولپوری کے بیان میں حضرت مولانا کے اندر کا شاعر بیدار ہوا ہے۔ ان کے بزرگانہ کمالات کے بیان کے ساتھ ان کی شاعری پر بھی تبصرہ کی نگاہ ڈالی ہے اور قدیم شعراء کے بہترین اشعار کو نقل کیا ہے۔

جائے کس واسطے اے درد میخانہ کے بیچ
کچھ عجب مستی ہے اپنے دل کے پیمانہ کے بیچ

اردو کی صوفیانہ شاعری کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے مرحوم کے اشعار کی خوبیوں کو بیان کیا ہے۔ مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی مرحوم کا ذکر بڑی قدردانی کے ساتھ ہے حضرت مولانا نے ان کے لئے عرفی کا شعر لکھا ہے۔

عدیل ہمت ساقیت نصرت عرفی
کہ حاتم دگراں و گدائے خویشتست

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی کے کارنامے مجلس مشاورت اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے ضمن میں عام مسلمانوں کے نظر سے اوجھل نہیں۔ حضرت مولانا نے ان کا بہت مفصل بیان کیا ہے جن کارناموں کا ذکر نہیں بلکہ ذاتی تعلق کا بھی بیان ہے۔

یادش بخیر جنرل محمد ضیاء الحق شہید کا ذکر ایک مرد درویش صفت کے ذکر کی طرح ہے حضرت مولانا نے سیرۃ النبیؐ کے ساتویں حصہ کا مقدمہ لکھا ہے اور بر بنائے انکسار تحریر کیا کہ مولانا سید سلیمان ندوی کی کتاب پر میرا مقدمہ لکھنا آثار قیامت میں سے ہے۔ جنرل مرحوم نے اس کتاب کو پڑھا اور حضرت مولانا کے لئے ایک لاکھ کے عطیہ کا اعلان کیا جسے حضرت مولانا نے اپنی وضع کے مطابق قبول نہیں کیا حضرت مولانا نے ایک یمنی عالم کے قول کو نقل کیا ہے جنھوں نے فرمایا تھا کہ ایمان کو کرسی والوں تک پہنچانا چاہیے۔ ایمان والوں کو کرسی تک نہیں۔ اس بلیغ جملہ کے پوری طرح مستحق شہید جنرل تھے۔

کارکنان ملت، خادمان دین، احباب اور رفقا کی فہرست میں کئی لوگ ہیں ان میں ڈاکٹر محمد آصف قدوائی مرحوم، سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب مرحوم اور مولانا عمران خاں صاحب ندوی مرحوم شامل ہیں۔ جس محبت سے حضرت مولانا نے ان کے حالات زندگی اور کارناموں کو بیان کیا ہے اس سے ان مرحومین

کی روحیں بشاش ہوئی ہوں گی۔ مولانا عمران خاں صاحب مرحوم کے اہتمام کا دور میں نے بھی دیکھا ہے۔ بڑے سخت زمانے میں انھوں نے ندوہ کے نظم ونسق کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا اور اہتمام کا حق ادا کیا تھا۔ ان کے نام کے ساتھ ہی وہ رعب اور جلال ذہن میں آتا ہے جو ان سے وابستہ تھا مگر حضرت مولانا کی نظر ان کے شانِ جمالی پر رہی ہے۔

کتاب کا آخری حصہ چند خورد لیکن باکمال عزیز کے عنوان سے ہے۔ اس میں سید احمد الحسنی مرحوم۔ مولوی ابوالعرفان ندوی مرحوم، مولوی محمد ثانی مرحوم اور مولوی عبدالنور ندوی مرحوم کے حالاتِ زندگی اور خدمات کا بیان ہے۔ مولانا احمد الحسنی کے بارے میں حضرت مولانا نے کاروانِ زندگی حصہ چہارم میں کافی لکھا ہے۔

مولوی ابوالعرفان صاحب مرحوم کے متعلق حضرت مولانا نے جو لکھا اس سے دل بہت متاثر ہوا۔ کیونکہ میرے کنبہ سے بھی ہم وطنی اور یگانگت کا تعلق تھا۔ ندوہ کے مدتوں قائم مقام مہتمم رہے۔ ادبی ذوق بے حد نکھرا ہوا تھا۔ چلے گئے لیکن دل سے دور نہیں گئے۔

مولوی محمد ثانی مرحوم پر حضرت مولانا نے جو مضمون تحریر کیا اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ایک زہرہ گداز فرض انجام دینا تھا۔ قدیم عرب شاعر اور اپنے ہم نام ابوالحسن التہامی کے دلدوز قصیدہ کا ذکر کیا ہے جو اس نے اپنے جواں مرگ بیٹے کے مرثیے میں کہا ہے۔

موت کا قانون پوری مخلوق پر جاری وساری ہے۔ حقیقت میں یہ دنیا بقا اور استقرار کی جگہ نہیں۔ اس قصیدہ میں وہ اپنے لختِ جگر کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ ہم تم دونوں ایک ہی میدان کے راہی تھے۔ تم نے پیش قدمی کی اور منزل پر پہنچ گئے اور تمہارا باپ ابھی سرگرم سفر ہے۔

کتاب کا آخری مضمون مولانا نور عظیم ندوی مرحوم کے بارے میں ہے۔ مولانا نے لکھا ہے کہ مرحوم کے انتقال سے ندوہ ہی میں نہیں متعدد علمی، ادبی، فکری اور تحریری مجالس اور مرکزوں میں ایک خلا پیدا ہوگیا۔ جس کا پر ہونا مدارسِ عربیہ کے موجودہ حالات و رجحانات اور زمانہ کے اثرات کے پیش نظر مشکل نظر آتا ہے۔

اب یہ مضمون اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

چوں بمیرم از غبارم چراغِ لالہ ساز
تازہ کن داغِ مرا سوزاں بہ صحرائے مرا

• • • • •

بقیہ: برطانوی نومسلم

لوگوں کو ان مشکلات کے سلسلہ میں مسیحیت میں کوئی رہنمائی نہیں ملتی، بعض لوگ مجبور ہو کر اسلام کا نقطہ نظر معلوم کرتے ہیں، بہت سے لوگوں میں اپنی زندگی کے بارے میں بے اطمینانی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگی ایک دن ختم ہونے والی ہے، اور اسلام ہی تنہا ان کو قلبی سکون عطا کرتا ہے، یہ احساس یورپ میں بہت عام ہے، البتہ ان کو اسلام سے روشناس کرانے والوں کی کمی ہے۔

یورپ میں داعیوں کی موجودگی ضروری ہے، زمین سرسبز وشاداب ہے، اور وہاں کے مسلمانوں کو بھی اچھے رہنما کی ضرورت ہے، داعیوں کا وجود دوسرے لوگوں کو اسلام سمجھنے میں معاون ہوگا، اور وہ اسلام کو قبول کر سکیں گے، اور بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ اسلام کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کریں، لیکن یورپ میں ہر جگہ اسلام کی دعوت دینے والے عالم نہیں پائے جاتے جو لوگوں تک اسلام پہونچائیں۔

میں تمام داعیوں اور علماء سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ یورپ میں اپنی سرگرمیاں بڑھائیں جس کو ان کے علم کی ضرورت ہے۔

دارعرنوس کی تازہ پیش کش

نقوش تابندہ

قیمت ۷۰/- روپے

از: ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی

اس کتاب میں دور اول کے مثالی معاشرہ سے دور آخر تک کے کچھ نہ کچھ واقعات پیش کئے گئے ہیں۔

مصنف کتاب ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی علمی حلقوں کیلئے محتاج تعارف نہیں۔ تاریخ اسلام کے واقعات کو بڑے اچھے انداز اور سلیس زبان میں پیش کیا ہے جو ادب اسلامی کا بہترین نمونہ ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے آپکو لطف ومسرت کے ساتھ روحانی بالیدگی بھی محسوس ہوگی۔ اور اپنے اسلاف کے ان روشن کارناموں کو پڑھکر اپنے دین واصول دین پر اعتماد پیدا ہوگا۔

ملنے کا پتہ:- دارعرنوس اے ۳۰ گل مہر ایونیو تکونہ پارک جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• ملیشیا کے سلطان نے صوبہ کلنتان میں نفاذِ اسلام کے مسودے پر دستخط کر دیئے ہیں، شرعی احکام پر مشتمل یہ مسودہ صوبہ کلنتان کے صدر نے سلطان کو پیش کیا تھا جسے اس سال محرم سے نافذ کیا گیا ہے، حزب اسلامی ملیشیا کی کمیٹی برائے تعلقات خارجہ کے صدر نے مختلف اسلامی اداروں کو لکھے گئے اپنے خط میں بتایا ہے کہ صوبہ کلنتان میں ۱۹۹۰ء میں الکشن کے دوران ہماری پارٹی نے وعدہ کیا تھا کہ اگر ہم حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے تو صوبے میں اسلامی قوانین نافذ کریں گے چنانچہ ۱۹۹۳ء میں قوانین حدود اور دیگر قوانین مرتب کر کے مرکزی حکومت کی منظوری کے لئے سلطان کو پیش کئے گئے تھے جسے انھوں نے اپنے دستخط کے ساتھ منظور کر لیا ہے۔

• حکومت بنگلادیش نے توہین مذہب سے متعلق ایک بل پارلیمنٹ کے رواں بجٹ اجلاس میں پیش کرے گی۔ بنگلادیش کے سرکاری ذرائع کا کہنا ہے کہ حکومت اس قسم کے بل کی سختی سے ضرورت محسوس کر رہی ہے کیونکہ اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور توہین مذہب کے واقعات بڑھنے لگے ہیں اور اس وقت ملک میں ایسا کوئی قانون نہیں ہے جس سے اس قسم کے واقعات کو روکا جا سکے، ملک کے مختلف سیاسی ودیگر سیاسی حلقوں کی جانب سے اس کا مطالبہ برابر ہو رہا تھا۔ بالخصوص بنگالی زبان کی مصنفہ کے موجودہ واقعہ کے بعد اس مطالبہ نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی تھی۔

• اسلامی امن مشن برائے افغانستان نے اعلان کیا ہے کہ تمام افغان پارٹیاں افغانستان میں قیام امن کے عمل کی شروعات کے لئے ایک کمیٹی بنانے پر رضامند ہوگئی ہیں، تنظیم اسلامی کے سکریٹری جنرل اور امن مشن کے لیڈر نے اپنے ایک اخباری بیان میں بتایا کہ کئی افغان پارٹیوں نے مجوزہ کمیٹی کے لئے اپنے امیدوار نامزد کر دیئے ہیں جب کہ دوسری پارٹیاں بھی اپنے امیدوار نامزد کرنے والی ہیں واضح رہے کہ متحدہ اقوام نے تنظیم اسلامی کانفرنس کی موجودہ کوششوں کی تحسین کی ہے۔

• جدہ کے اسلامی ترقیاتی بینک نے چین کے شہر بیجنگ کے اسلامی انسٹی ٹیوٹ کے لئے ۹ لاکھ ڈالر کی امداد دی ہے اس انسٹی ٹیوٹ میں مسلم نوجوانوں کو ائمہ کی حیثیت سے تربیت دینا، عربی زبان کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے اسلامی مبصرین اور دانشوروں کے لکچرس کا پروگرام شامل ہے۔

• برازیل کے شہر برا سیلیا میں مؤتمر العالم الاسلامی کا ایک وفد بھیجا جائے گا اور ساتھ میں ایک خصوصی ایلچی ہے جو شہر کے اسلامی مرکز کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے اپنے عہدے کو سنبھالے گا۔۔۔۔ خصوصی ایلچی برازیل میں مامور مسلم ممالک کے سفیروں اور اسلامی اداروں کے ذمہ داروں سے ملاقات ومشورہ کرے گا۔ اس مرکز کی تعمیر کے سعودی فرمانروا شاہ فہد بن عبدالعزیز کی خواہش پر کی گئی ہے۔

• امریکہ کے نائب صدر وائس پریسیڈنٹ نے اسلامی مرکز کا دورہ کیا اور انھوں نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو نئے ہجری سال کے آغاز پر مبارکباد دی، یہ دورہ اسلام سے ان کی عقیدت اور تمام دنیا کے ایک ارب سے زائد مسلمانوں کے احترام کا ثبوت ہے، اسلامی مرکز میں نئے سال کے سلسلے میں منعقد ایک تقریب میں نائب صدر نے شرکت کی اور اپنی تقریر کا آغاز "السلام علیکم" سے کیا۔ انھوں نے کہا کہ اسلام ایک عظیم مذہب ہے اور اس نے دنیا کو بہت کچھ دیا ہے اور اس بات کا اعتراف کیا کہ اسلام امریکہ میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے، اسلامی مرکز کے امام نے ان کو قرآن کریم کا ایک نسخہ پیش کیا حاضرین میں چند امریکی خواتین بھی شامل تھیں جنھوں نے اپنے سر رومال سے ڈھک رکھے تھے۔

دعائے مغفرت

• کرم احمد (مطبخ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے گوشت سپلائر) کے والد جناب فضل احمد صاحب کا ۷۲ سال کی عمر میں صدر کینٹ روڈ لکھنؤ میں اچانک انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

• تعمیر حیات کے قاری جناب محمد ابوصالح صاحب (متوطن بہار) کے قریبی عزیز محمد فخرالدین صاحب کا ۳ جون ۱۹۹۳ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

• محمد جنید خاں ندوی متعلم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے والد محترم جناب ماسٹر مقبول احمد خاں صاحب کا انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین تعمیر حیات سے سب مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ کیا زکوٰۃ کی رقم سے مدرسین کو تنخواہ دی جاسکتی ہے؟

ج:۔ زکوٰۃ کو مدرسین کی تنخواہ میں استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ تنخواہ بطور اجرت ہوتی ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ وہ بلا کسی بدل کے مستحقین زکوٰۃ کو دی جائے۔

س:۔ مسجد میں اخبار پڑھنا جب کہ اس میں ہر طرح کی تصویریں ہوتی ہیں درست ہے یا نہیں؟

ج:۔ مسجد عبادت کی جگہ ہے وہاں دینی امور انجام دیئے جانے چاہئیں، اخبار پڑھنا ایک دنیوی عمل ہے اس سے احتراز کرنا چاہیے اور جبکہ اس میں جاندار کی تصویریں بھی ہوتی ہیں اور ہر طرح کی خبریں بھی ہوتی ہیں۔

س:۔ مسجد کے کرائے دار نہ تو کرایہ بڑھاتے ہیں نہ دوکان خالی کرتے ہیں، جبکہ دوسرے لوگ زیادہ کرایہ دینے پر راضی ہیں؟

ج:۔ مذکورہ کرایہ دار کا یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے کرایہ دار کو چاہئے کہ یا تو دوکان چھوڑ دے یا اجبی کرایہ ادا کرے دیگر صورت میں سخت گنہ گار ہوگا اور ناجائز عمل کا مرتکب ہوگا، مسلمان کے شایان شان نہیں ہے کہ ایسا شنیع عمل کرے۔

س:۔ کیا مردہ جانور کی کھال دباغت دینے سے پاک ہوجاتی ہے؟

ج:۔ مردہ جانور کی کھال دباغت دینے سے پاک ہوجاتی ہے اور اسے ہر قسم کے استعمال میں لایا جاسکتا ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دباغت سے کھال پاک ہوجاتی ہے۔
(بخاری، مسلم)

س:۔ میت کو غسل دینے کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟

ج:۔ میت کو اگرچہ ہر مسلمان غسل دے سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ شخص غسل دے جس کا تعلق میت سے سب سے زیادہ قریب کا ہو۔ البتہ اگر ایسے شخص کو غسل دینے کا طریقہ معلوم نہ ہو تو وہ لوگ اسے غسل دیں جو پرہیزگار اور امانت دار ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے کسی میت کو غسل دیا اور اس میں امانت کو ادا کیا یعنی شریعت کے مطابق غسل دیا اور اگر اسے میت سے کوئی ناپسندیدہ بات معلوم ہوئی تو اس کو ظاہر نہ کیا تو وہ اپنے گناہوں سے اس دن کی طرح نکل جاتا ہے جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا اور چاہئے کہ تم میں سے جو شخص میت سے قریب کا تعلق رکھنے والا ہو وہ اسے غسل دے بشرطیکہ اسے علم ہو اور اگر اسے علم نہ ہو تو وہ شخص غسل دے جسے تم متقی اور پرہیزگار سمجھتے ہو۔
(احمد، بیہقی)

س:۔ شادی میں لڑکی کے یہاں بارات لے جانا کیسا ہے؟

ج:۔ آج کل بارات کی جو مروجہ شکل ہے جس میں کثیر تعداد میں لڑکی والوں کی عدم رضامندی کے باوجود بارات جاتے ہیں درست نہیں ہے البتہ اگر بارات گانے بجانے اور دیگر فضولیات و رسومات سے پاک ہو اور اتنی تعداد جس پر فریقین بخوشی راضی ہوں تو اس کی گنجائش ہے۔

اعتراض:۔ بارات کی جب کوئی اصل شرعی نہیں ہے تو کیسے اس کی گنجائش ہے۔

جواب اعتراض:۔ آپ کے سوال سے خوشی ہوئی اس کی تشریح یہ ہے کہ بارات واقعی اسلامی یا مسنون طریقہ نہیں ہے البتہ اگر منکرات و اسراف وغیرہ سے پاک ہو تو یہ امر مباح ہے اس کی گنجائش ہے۔ نکاح میں طرفین کے لوگ شریک ہوں اور اعلان عام کے ساتھ نکاح ہو یہ اسی کی ایک شکل ہے اعلان عام ہونا شریعت میں مطلوب بھی ہے۔

س:۔ کیا مسواک نہ ہونے کی صورت میں برش سے سنت مسواک ادا ہوجائے گی؟

ج:۔ افضل بہر صورت مسواک کا استعمال ہے لیکن اگر مسواک موجود نہ ہو اور بآسانی میسر نہ آسکے اور برش کرے تو برش کرنا سنت مسواک کے قائم مقام ہوجائے گا۔

تصحیح

تعمیر حیات کی جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۲۹ کے پہلے کالم کی تیسری لائن میں علی ندوی کے بعد "کی تصحیح" کا اضافہ کرلیں۔

طلبہ کا صفحہ

اسلام ترا دیش ہے تو مصطفوی ہے

رسال الدین احمد

آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی سینکڑوں قومیں ایسی ہیں جو عدل و انصاف اور مساوات و بھائی چارگی کو ترس رہی ہیں، جن کو سوسائٹی میں بے آبرو، بے حیثیت قرار دیکر انسانی حقوق تک سے محروم کیا جارہا ہے، صرف ذات پات کی تقسیم اور اونچ نیچ کی بنیاد پر ان کے ساتھ جانوروں جیسا نازیبا بلکہ اس سے بھی بدتر سلوک کیا جارہا ہے، کہیں دھرم کے نام پر اچھوت اور شودر کہکر سماج سے الگ کردیا گیا ہے، تو کہیں نیچ و ناپاک بناکر انتہائی ذلت و حقارت کے گڈھے میں پھینک دیا گیا ہے، لیکن ایسے تمام مظلوم انسان اب اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور پیغام اخوت و مساوات سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں جہاں ان کو مساویانہ حقوق اور باعزت مقام حاصل ہوتا ہے، روحانی تسکین اور معاشرتی اخوت ملتی ہے اسلئے کہ دنیا میں اسلام ہی زندہ انسانی دین اور انسانی برادری کا سچا خیر خواہ اور قابل عمل دین ہے، انسانیت کی بھلائی اسی دین میں ہے" الخلق عیال اللہ" (ساری مخلوق کنبہ خدا کا) کے اصول کا قائل اور علمبردار ہے، یہی دونوں جہان میں انسان کی نجات کا واحد ذریعہ، ترقی و اقبال مندی کا سیدھا راستہ ہے، اس کے بغیر انسانیت فوز و فلاح اور سعادت دارین میابی کے بام عروج تک نہیں پہونچ سکتی، یہ ایک عالمگیر دین ہے جو تمام انسانوں کی فلاح و بہبود اور ہدایت و کامرانی کا ضامن ہے، یہ دین کسی خاص قوم، ملک یا خاص زمانہ کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا میں بسنے والے اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے ضابطۂ حیات ہے۔

درحقیقت اسلام میں قوم یا ملت کی بنیاد رنگ و نسل، زبان یا وطن نہیں ہے، بلکہ نظریۂ توحید ہے، جو کوئی بھی ایک بار اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرکے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیمات پر ایمان لاکر مسلمان ہوجاتا ہے اسے وہ تمام حقوق حاصل ہوجاتے ہیں جو باقی تمام مسلمانوں کو حاصل ہوتے ہیں، دراصل اسلام نسلی، لسانی خاندانی، علاقائی اور اس قسم کے دیگر تعصبات کا خاتمہ کرکے ایک عالمگیر برادری کی بنیاد رکھتا ہے اسلام میں تفوق اور برتری رنگ و نسل یا خاندان کی بنیاد پر نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے۔ جتنا کسی شخص میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر پختہ یقین اور اس پر عمل ہوگا۔ اتنا ہی وہ بارگاہ الٰہی میں مقرب بن جائے گا۔

اصل چیز جس کی بنا پر ایک شخص کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے، وہ یہ کہ وہ شخص دوسروں سے بڑھکر خدا سے ڈرنے والا برائیوں سے بچنے والا اور نیکی و پاکبازی کی راہ پر چلنے والا ہو، ایسا آدمی خواہ کسی نسل، کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر بہرحال قابل قدر ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوا سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو! درحقیقت اللہ کے نزدیک میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔" (الحجرات: ۱۳)

اس سے ظاہر ہوا کہ "اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود لوگوں کا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہوجانا ایک فطری امر تھا، ظاہر ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کا ایک ہی خاندان تو نہیں ہوسکتا تھا..... لیکن خالق کائنات نے جس وجہ سے انسانی گروہوں کو اقوام اور قبائل کی شکل میں مرتب کیا تھا وہ صرف یہ تھی کہ ان کے درمیان باہمی تعارف اور تعاون کی فطری صورت یہی تھی..... اسی طریقہ سے ایک خاندان، ایک برادری، ایک قبیلہ اور ایک قوم کے لوگ مل کر مشترک معاشرت اور زندگی کے معاملات میں ایک دوسرے کے مددگار بن سکتے تھے۔" (تفہیم القرآن)

قرآن حکیم جو ساری دنیا کے انسانوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ، زندگی کا واضح دستور، اور ظلمتوں میں روشنی کا مینارہ ہے، وہ مساوات و برابری کا درس دینے اور محبت و اخوت کا سبق سکھانے کیلئے نازل کیا گیا ہے جس کا مقصد لوگوں کے درمیان تفرقہ و انتشار نہیں بلکہ تالیف قلوب اور ربط باہمی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

"تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو، اور تفرقہ میں نہ پڑو، اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے (یعنی) تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔" (آل عمران: ۱۰۳)

آیت میں "اللہ کی رسی" سے مراد اس کا دین ہے اور اس کو رسی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہی وہ

رشتہ ہے جو ایک طرف اہل ایمان کا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہے، اور دوسری طرف تمام ایمان لانے والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بناتا ہے"

انسانوں میں سے مال و دولت، رنگ و نسل کے بھید بھاؤ کو یکسر مٹاتا ہے، حسب و نسب کے بتوں کو پاش پاش کرتا ہے، ذات برادری کی تقسیم کو ختم کرتا ہے، اونچ نیچ کے فرق کو نیست و نابود کرتا ہے۔ "اللہ کی رسی کو" مضبوط پکڑنے" کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی نگاہوں میں اصل اہمیت "دین" کی ہو اسی سے ان کو دلچسپی ہو، اسی کی اقامت میں وہ کوشاں رہیں، اور اسی کی خدمت کیلئے آپس میں تعاون کرتے رہیں۔" (تفہیم القرآن)

پیغمبر اسلام، ہادی برحق، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑائی و عظمت کا معیار و امتیاز حسب و نسب پر نہیں بلکہ تقویٰ اور اعمالِ صالحہ پر رکھا ہے، یعنی انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا ذات پات، رنگ و خون اور خاندان و نسب سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ جس قدر جو شخص نیک خصلت، پاک طبیعت، مؤدب اور پرہیزگار ہوگا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے یہاں معزز و مکرم ہے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے کھول کھول اعلان فرما دیا تھا:

"لوگو! ہوشیار رہو، تم سب کا خدا ایک ہے کسی عرب کو کسی عجمی پر، اور کسی عجمی کو کسی عرب پر، اور کسی گورے کو کسی کالے پر، اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، مگر تقویٰ کے اعتبار سے، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔" (بیہقی)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

"تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے، لوگ اپنے آباء و اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ اللہ کی نظر میں ایک حقیر کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے۔" (بزار)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب و نسب نہیں پوچھے گا، اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔" (ابن جریر)

اصل میں نسلی اور خاندانی فخر کا بت بھی زمانۂ جاہلیت کی ایک منحوس یادگار ہے، اور اسلام نے جہاں انسانوں کے خود تراشیدہ بہت سے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا وہیں رنگ و خون اور قوم پرستی کے اس ناپاک بت کو بھی توڑ دیا جو دنیا میں ہمیشہ عالمگیر فساد کا موجب بنا رہا ہے، اسلام نے مسلم معاشرے کو اس عظیم گمراہی اور خرابی سے محفوظ رکھا حسب و نسب کی ساری نسبتوں اور تمام امتیازات و اعتبارات کو مٹا کر صرف ایک اپنی نسبت نوعِ انساں کو عطا کی اور اس نسبت سے بڑھ کر اور کون سی نسبت ہو سکتی ہے؟ اور وہ نسبت ہے "ھو سمّٰکم المسلمین" کی (ج: ۷۸) یعنی "قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر، اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلمان رکھا تھا، اور اس کتاب میں بھی۔" اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہنے کا تاکیدی حکم بھی صادر فرمایا: "ولا تموتن الا وانتم مسلمون" (اور تم کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو)

"مسلم" وہ ہے جو خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دے خدا ہی کو اپنا مالک، آقا، حاکم اور معبود مان لے جو اپنے آپ کو پورے طور پر خدا کے سپرد کر دے اور اس ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرے جو خدا کی طرف سے آئی ہو، اس عقیدے اور طرز عمل کا نام "اسلام" ہے اور یہی تمام انبیاء کا دین تھا جو..... مختلف ملکوں اور قوموں میں آئے" (تفہیم القرآن)

اور پھر مشیت ایزدی جب کسی پر مہربان ہوتی ہے اور اس کے حق میں ہدایت کا فیصلہ فرما دیتی ہے تو اس کو بھی "اسلام" ہی کی نعمت سے سرفراز کرتی ہے۔

ارشاد ہے:

"فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام (الانعام: ۱۲۵)

ترجمہ: (اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔)

یہی وہ چیز ہے جس کی ایک مسلمان کو تلاش و جستجو رہتی ہے جو اس کی زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی اثاثہ اور ابدی سرمایہ ہے، وہی اس کی امتیازی شان اور قابل صد افتخار نسبت و خصوصیت ہے، خود باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں" (حم سجدہ۔ ۳۳)

قرآن پاک اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جگہ جگہ بڑی اہمیت کے ساتھ اسلامی پیمانہ پر اخوت و بھائی چارگی، مساوات و مصالحت کے جذبات و احساسات کو بیدار کیا گیا ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔ (الحجرات۔ ۱۰)

ترجمہ: (اہل ایمان تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔)

یہ آیت دنیا کے تمام مسلمانوں کی ایک عالمگیر برادری قائم کرتی ہے اور یہ اسی کی برکت ہے کہ کسی دوسرے دین یا مسلک کے پیروؤں میں وہ اخوت نہیں پائی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔ اس

حکم کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بکثرت ارشادات میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے جن سے اس کی پوری روح سمجھ میں آ سکتی ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تین باتوں پر بیعت لی تھی، ایک یہ کہ نماز قائم کروں گا، دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دیتا رہوں گا، تیسرے یہ کہ ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔ (بخاری کتاب الایمان)

ایک حدیث میں ہے "مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے"

(مسلم عن عبداللہ بن مسعود)

اسی طرح ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اس کی تذلیل نہیں کرتا، اور اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا" نیز فرمایا "ایک آدمی کے لیے یہی شر بہت ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت حرام ہے۔" (مسلم)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"ایمان والوں کی مثال آپس میں محبت وابستگی اور ایک دوسرے پر رحم و شفقت کے معاملہ میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے کسی عضو کو بھی تکلیف ہو تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے (بخاری مسلم)

یہ تعلیمات صرف الفاظ کی حد تک ہی محدود نہیں رہی ہیں، بلکہ اسلام نے ان کے مطابق اہل ایمان کی ایک عالمگیر برادری قائم کر کے دکھا دی ہے جس میں رنگ، نسل، زبان، وطن اور قومیت کی کوئی تمیز نہیں، جس میں اونچ نیچ چھوت چھات اور تفریق و تعصب کا کوئی تصور نہیں، جس میں شریک ہونے والے تمام انسان خواہ وہ کسی نسل و قوم اور ملک و وطن سے تعلق رکھتے ہوں سب یکساں درجے اور بالکل مساویانہ حقوق کے ساتھ شریک ہوئے ہیں اور ہو سکتے ہیں، جس کے پیش نظر بلا تکلف کہنا پڑتا ہے کہ اسلام ہی یقیناً وہ واحد دین ہے جس نے زمین کے تمام گوشوں میں پھیلی ہوئی بے شمار نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک متحدہ امت (ONE UNITED COMMUNITY) بلکہ "خیر امت" بنا دیا ہے، پوری دنیا کے رہنے والے مسلمان ایک قوم اور ایک ملت ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی خطہ میں رہ رہے ہوں، مسلمان اپنے آپ کو کسی خاص علاقہ یا خاندان سے منسوب نہیں کرتا، اور نہ کسی خاص مقام سے اپنے آپ کو وابستہ کرتا ہے کیونکہ ایسا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

مسلمان اپنے دل سے تمام تعصبات نکال کر صرف "مسلمان" ہونے پر فخر کرتا ہے۔ اس کیلئے سب سے زیادہ باعث فخر چیز دولت ایمان ہے اس کے لیے رنگ و بو کی تمیز حرام ہے۔ اس کی سوچ و فکر تفرقہ بازی فرقہ بندی سے بالاتر ہے، اس کا مقصود انخوت کی جہانگیری اور محبت کی فراوانی ہے۔ وہ افغانی، ترکی، ایرانی ہندوستانی یا پاکستانی بعد میں ہوتا ہے، پہلے مسلمان اور صرف مسلمان ہوتا ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے کسی نے نسب دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا:

"سلمان بن اسلام"! اس کا مطلب یہ ہے مسلمان ہونے کے بعد حسب و نسب کوئی چیز نہیں اور نہ قوم و قبیلہ قابل فخر ہے بلکہ اسلام نے اس کو جو عزت و شرف بخشا ہے وہی اس کے لیے کافی و شافی ہوتا ہے

بقول علامہ اقبال ؎

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے!
اسلام ترا دیش ہے تو مصطفوی ہے!!

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کے بے
ہار لیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر۔ ۲۶۷۹۱۰ 269910

بیت المقدس کی اسلامی تاریخ
اور
قرآن و حدیث کی نظر میں اس کا مقام و مرتبہ

(چھٹی و آخری قسط)

ترجمہ : محمد ابراہیم ندوی

جب سلیمان بن عبدالملک نے اپنے برادر ولید بن عبدالملک کے بعد ۹۶ھ میں خلافت کی باگ ڈور سنبھالی بیت المقدس میں انھوں نے حاضری دی اور مختلف مقامات کے وفود نے آکر بیت کی انھوں نے اس سے زیادہ کسی بھی زیارت کو پُرمسرت اور باعث خوش نصیبی تصور نہیں کیا چنانچہ وہ صخرہ سے متصل مسجد اقصیٰ کے صحن میں واقع گنبد میں دربار لگاتے تھے شاید یہ وہی گنبد ہے جو باب دویدار یہ کے قریب قبہ سلیمانی سے موسوم ہے۔

بیت المقدس کا انحطاط !

پہلا انحطاط ۴۹۲ھ مطابق ۱۰۹۷ء

۲۵ھ میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھوں بیت المقدس فتح کر دیا اور ان کے اور عبدالملک بن مروان اور اسی طرح دیگر خلفاء کے ذریعہ اس کو آباد کر دیا اس وقت سے لیکر ۴۹۲ھ تک مسلسل مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔

۴۹۶ھ میں فاطمی امراء، تبوالعباس ؟ اور مغرب میں خلافت کے دعویدار ہوئے۔ پھر انھوں نے قاہرہ تعمیر کرایا اور سرزمین مصر، ملک شام، مکہ یمن اور بیت المقدس کے ملکوں پر قابض ہو گئے

صلاح الدین ایوبی اور آزادئ فلسطین

سلطنت مصر کو زیر نگیں کرنے کے بعد انگریزوں نے ۵۶۴ھ مطابق ۱۱۶۸ء میں قاہرہ کا محاصرہ کر لیا اور شہر "تلبس" پر قبضہ جما لیا وہاں کے باشندوں میں قتل و غارتگری مچانے کے بعد اس کو نذر آتش کر دیا۔

حاکم مصر عاضد لدین اللہ نے حاکم دمشق ملک عادل نور الدین بن زنگی ملقب بالشہید سے فریاد کرتے ہوئے ایلچی روانہ کیا۔

مصر کا نظام حکومت رافضی مسلک کے مطابق تھا جب کہ نور الدین بن زنگی کا تعلق اہلسنت والجماعت سے تھا لیکن اس وقت مصر اور فلسطین جس خطرے کی لپیٹ میں تھے اس نے ان تمام امتیازات کو پس پشت ڈال دیا اور تمام تناقضات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے سب کو ایک سائے میں جمع کر دیا اور ایک باہم متعاون و متحالف مضبوط مورچہ قائم کر دیا جس میں علماء نے جنگجو شہسواروں کو اپنا متفقہ سپہ سالار تسلیم کر لیا نتیجہ یہ ہوا کہ جب صلیبی فوجیں اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ملک پر قبضہ کے لئے آگے بڑھتی تھیں نور الدین زنگی کی فوج ان سے جنگ کرنے کے لئے کمربستہ ہو کر نمودار ہوئی اور معاملہ طرفین کے انتخاب پر ختم ہو جاتا اور جوں کا توں خطرہ باقی رہتا۔

یہ واقعات ۵۵۸ھ/۱۱۶۲ء اور ۵۶۲ھ/۱۱۶۶ء میں پیش آئے لیکن ۵۶۴ھ/۱۱۶۸ء میں جب صلیبی خطرہ شدت اختیار کر گیا اور معاملہ سنگین ہو گیا دربار فاطمی کی جانب سے ایک خفیہ خط قاہرہ روانہ ہوا جس کو خلیفہ عاضد نے نور الدین کے نام بھیجا تھا جس میں انھوں نے یہ درخواست کی تھی کہ آخر الذکر اپنا خاص لشکر اسد الدین ایوب کی قیادت میں ارسال کریں اس خط کے ساتھ انھوں نے حرم شاہی کے بالوں کی لٹیں

بھی روانہ کی تھیں جس میں تحریر تھا کہ یہ محل سرا میں میری بیویوں کے بال ہیں جو آپ سے فریاد کر رہی ہیں کہ آپ ان کو فرنگیوں سے نجات دلائیں۔

چنانچہ نور الدین کا لشکر سامنے آیا اور اس نے مصر پر حملہ آور صلیبی طاقتوں کو پسپا کر دیا اور ۱۴ ربیع الآخر ۵۶۴ھ مطابق ۱۱۶۸ء کو قاہرہ پہونچ گیا اور اسی مہینہ کی ۲۷ تاریخ کو اسد الدین شیرکوہ نے مصر کی وزارت اپنے قبضے میں لے لی جب کہ صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں کے دوست وزیر شاور کو قتل کر دیا تھا، دو ماہ پانچ دن کے بعد اسد الدین کی وفات ہو گئی اور صلاح الدین ایوبی نے تقریباً پانچ جمادی الثانی کو وزارت کی ذمہ داری سنبھالی اور اس طرح صلیبیوں کے ساتھ جنگ کی طے شدہ حکمت عملی کی تکمیل کی راہ میں بہت بڑا قدم اٹھ گیا اور اس کے نتیجہ میں مشرقی اور شمالی دونوں مورچے متحد ہو کر ایک اکائی بن گئے اور صرف یہ کام رہ گیا کہ صلیبیوں کو بجانب جنوب مکمل محاصرہ میں لے لیا جائے۔ درحقیقت اس طرح حطین کے فیصلہ کن معرکے کی عملی تیاری کا آغاز ہو چکا تھا۔

جنگ حطین میں اللہ تعالیٰ نے صلاح الدین ایوبی کے پرچم تلے مسلمانوں کی نصرت و حمایت کا معاملہ کیا چنانچہ انھوں نے تیس ہزار فرنگیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس کے بعد صلاح الدین ہی کی قیادت میں فوج نے بیت المقدس کا رخ کیا اور اس کے محاصرے کے لئے روانہ ہوا۔ اہل فلسطین نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور صلاح الدین ایوبی کی ہمرکابی میں مسلمان بروز جمعہ ۲۷ رجب ۵۸۳ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۱۸۷ء میں داخل ہوئے اور وہاں قیام کیا اور یہ قیام ان کو ۸۸ سال بعد پہلی مرتبہ نصیب ہوا اس دوران انھوں نے اسراء معراج کے نام سے مختلف پروگرام اور جلسے منعقد کئے اس موقعہ پر صلاح الدین ایوبی نے عیسائی مذہب کے مطابق پرستش کے تمام علاقوں کو مٹانے کا حکم دیا، غیر اسلامی قبضہ کے تمام آثار سے مسجد اقصیٰ کو پاک کر دیا گیا ساتھ ہی گنبد صخرہ اور مسجد اقصیٰ کی عمارتوں پر گلاب کی آبپاشی کی گئی اور از سر نو دینی احکام و شعائر کو قائم کرنے کے لئے مسجد اقصیٰ کی بازیافت ہوئی، اور نور الدین زنگی نے بیت المقدس کے لئے حلب میں ایک شاندار منبر بنوایا اور کاریگروں کو حکم دیا کہ اس کے حسن و جاذبیت اور خوبصورتی و مضبوطی میں کوئی کسر نہ چھوڑیں اور کہا اس کو بنوانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو بیت المقدس میں نصب کیا جائے چنانچہ نجاروں نے اس کو کئی سال میں تیار کیا جو عہد اسلام کی تاریخ میں اپنی مثال آپ تھا، تو صلاح الدین ایوبی نے اس کو حلب سے لائے جانے اور بیت المقدس میں نصب کئے جانے کا حکم دیا منبر کی تیاری اور مسجد اقصیٰ میں منتقلی کی مدت بیس سال سے زائد بتلائی جاتی ہے "یہودیوں نے مسجد اقصیٰ میں آگ لگاتے وقت اس منبر کو بھی نذر آتش کر دیا"

۶۴۱ھ میں دوسرا زوال

بعینہٖ انھیں اسباب کی بنا، پر فلسطین کا دوسرا زوال بھی پیش آیا، مسلمان بادشاہوں کے درمیان اختلاف انتہا کو پہونچے ہوئے تھے خصوصاً فرمانروائے مصر ملک کامل اور حاکم شام ملک معظم کے درمیان چپقلش عروج پر تھی جس کی بنیاد پر ملک کامل اور شاہ فرنگ انبراطور کے درمیان مراسلات کا سلسلہ قائم ہوا کیونکہ اول الذکر کے بھائی حاکم عکا کی ریشہ دوانیاں چل رہی تھیں اس کے بعد عکا کا اس نے محاصرہ کر لیا۔

حاکم دمشق ملک معظم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک ناصر داؤد برسر اقتدار آیا اس وقت ملک کامل نے اپنے بھائی کی قیادت میں اپنے بھتیجے سے دمشق کو حاصل کرنے کیلئے ایک فوج روانہ کی اس دوران اس نے شاہ فرنگ انبراطور سے برابر رابطہ قائم رکھا اور یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنی دوستی کے بدلے بیت المقدس اس کے سپرد کر دیگا اور وہ ماہ ربیع الثانی ۶۴۱ھ میں اس نے عملی طور پر اس کے سپرد کر دیا اور چند دنوں بعد ہی وہ بیمار ہو کر اس جہاں سے رخصت ہو گیا اور دمشق پر قبضہ کی آرزو اس کے سینے میں گھٹ کر رہ گئی البتہ خدا کی بھٹکار اپنے ساتھ لے گیا

ملک صالح اور ۶۴۲ھ میں فلسطین کی آزادی

جب افرنگیوں نے بیت المقدس کو ملک کامل کی موافقت و ہمنوائی کے نتیجہ میں اپنی تحویل میں لے لیا تو مقدس شہر پر ذلت و رسوائی کا سایہ زیادہ دنوں تک قائم نہ رہا۔ چنانچہ اسی سال یعنی ۶۴۲ھ کے موسم گرما میں ملک صالح نجم الدین ایوب کی قیادت میں خوارزمی اسلامی نوجوان، بیت المقدس میں گھس گئیں اور اس کو صلیبی تسلط اور ان غدار بادشاہوں سے اس کو آزادی دلائی جنھوں نے اس کو فرنگیوں کے حوالے کیا تھا۔

تیسرا زوال فلسطین ۱۹۱۸ء

بیت المقدس تقریباً سات سو سال تک مسلمانوں کی سرپرستی میں رہا یہاں تک کہ ۱۹۱۸ء میں دیکھتے ہی دیکھتے عرب مسلمان ایک صلیبی فرنگی جس کا نام جنرل لبنی تھا کی قیادت میں ہتھیار بند ڈٹ کھڑے ہوئے اور بیت المقدس کی فصیل توڑ کر اندر داخل ہو گئے اور ان پر ایسا جنون سوار ہوا کہ جو بھی ترک مسلمان اس کا دفاع کر رہے تھے

باقی صلہ پر

ندوہ کے شب و روز

محمد ابوالبقا ندوی

دارالعلوم میں ایک نئے درجہ کا افتتاح

۲۰ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے ایک نئے درجہ کا افتتاح فرمایا جس کا نام ڈپلوما ہے۔ یہ عالیہ رابعہ سے کامیاب ہونے والے ایسے طلبہ کے لئے کھولا گیا ہے، جو اپنے اندر عربی ادب کی صلاحیت کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ یہ سال بھر کا کورس ہے اس کے بعد فضیلت میں داخلہ لیا جاسکتا ہے۔ اس موقع پر حضرت مولانا نے عربی زبان کی اہمیت کو بتاتے ہوئے فرمایا "قدرت اور جبت کسی زبان پر قادر الکلامی کے لیے ضروری ہے کیونکہ موجودہ دور میں جب تک آپ اس زبان پر قدرت حاصل نہیں کریں گے آپ شریعت کے مآخذ سے واقف نہیں ہو سکتے۔ مزید فرمایا کہ عربی زبان کی طرف توجہ سب سے پہلے ہندوستان میں ندوۃ العلماء اور اور اس کے بانیوں نے کیا، اور عرب اساتذہ کو یہاں آنے کی دعوت دی۔ جنھوں نے خونِ جگر سے آبیاری کے ذریعہ یہاں عربی زبان کو اور اس کے چاہنے والوں کو تیار کیا پھر یہاں کے فضلاء نے عربی زبان میں وہ خدمات انجام دیں جس کا اعتراف عرب علماء نے بھی کیا۔"

۲۰ ذی قعدہ کو الاصلاح کے افتتاحیہ پروگرام میں حضرت مولانا کا خطاب

حمد و صلاۃ کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں جمعیۃ الاصلاح کو کبھی یونیورسٹیوں کے یونین کا درجہ دینے کے لئے نہ تیار تھا اور نہ تیار ہوں میں اسے دارالعلوم کی تعلیم کا ایک جزو لاینفک سمجھتا ہوں۔ جہاں سے ایسے افراد تیار ہوں جو تعمیری کام کرنے کے لائق ہوں۔ اور دشمنانِ اسلام جو تخریبی کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان کا مقابلہ کر سکیں۔ آگے فرمایا کہ مولانا روم ایسے دور میں پیدا ہوئے، جبکہ لوگوں نے تمام چیزوں کا پیمانہ مادیت کو بنا رکھا تھا، اور ہر ایک کو اسی پیمانہ پر تولتے تھے۔ لیکن اس مرد میدان نے تنہا وہ کام کیا جس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ اور ایسی نایاب کتاب لکھی جس سے آج تک فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ تحریر کی اور دین کے اسرار کو جہاں تک اچھے اچھوں کا ذہن نہیں گیا تھا انھوں نے واضح کیا۔ اور ایک ایسا دور بھی ہندوستان میں آیا جبکہ انگریز اقتدار کی وجہ سے لوگ دین سے اور دینی علوم سے اس طرح بیزار ہو گئے اور زبان کے ڈھانچہ کو اس طرح بدل دیا گیا کہ اہلیس میں افہام و تفہیم مشکل ہو گیا تھا ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد علی مونگیری کے دل میں بات ڈالی اور انھوں نے اپنے سب سے بڑے معاون علامہ شبلی کے تعاون سے ایسا نظام تعلیم مرتب کیا، جس سے اس خلا کو پر کیا جا سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر انھوں نے ندوۃ العلماء کی بنیاد ڈالی اور ایک ایسا تربیتی اسٹیج بنایا جہاں طلبہ کو نشو کرایا جائے اور حالات حاضرہ کے مطابق کتابیں فراہم کی جائیں۔ جسے اگرچہ جمعیۃ الاصلاح کا نام نہیں دیا گیا، لیکن درحقیقت وہ اسی الاصلاح کی پیش رفت تھی جہاں سے سید سلیمان ندوی فخر ندوہ اور دیگر ایسے مبغلین پیدا ہوئے جنھوں نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور ایسی کتابیں تحریر فرمائیں جن کی نظیر دوسرے مصنفین کے یہاں ملنی مشکل ہے۔ مثلاً سیرۃ النبیؐ، ارض القرآن خطباتِ مدراس وغیرہ۔

اخیر میں استاذ گرامی مولانا رابع صاحب ندوی نے فرمایا کہ مولانا کا یہ خطاب رسمی خطاب نہیں جو کسی پروگرام کے شروع میں کر دیا جاتا ہے اور ایک بار سن لینا کافی ہوتا ہے، بلکہ اسے بار بار سننے اس لئے کہ اس کے اندر عالم اسلام کے حالات اور تقاضے اور اس کی ضرورت کو پورا کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے جو نہایت ہی اہم خطاب ہے۔ اس لئے پھر کہتا ہوں کہ اسے بار بار پڑھئے اور فائدہ اٹھائیے۔

۸ محرم کو مولانا رابع صاحب کا خطاب

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا کہ آپ کسی شہر کے اندر رہیں تو آپ کے لئے ضروری ہوگا کہ وہاں کے حالات سے وہاں کے مقامات سے واقف ہوں تاکہ آپ کو دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ زندگی کے کسی ماحول اور میدان

میں چلے جائیں وہاں کے حالات سے آگاہی آپ کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح جب آپ کسی مدرسہ میں داخل ہوں تو آپ کو وہاں کے ضابطہ اور قوانین سے باخبر ہونا بھی ضروری ہوگا۔ حصول علم کے لئے سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ آپ اپنے اساتذہ اور ذمہ داروں کو اس حیثیت سے دیکھتے ہیں کہ وہ صرف قانون کو مسلط کرنے والے ہیں۔ حالانکہ ان کی محبت آپ کے لئے بچا اور بھتیجے کی سی ہے۔ درجہ کی پابندی اور اساتذہ کی باتوں کو نوٹ کرنا ایک طالب علم کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ جب آپ ایک دن کے سبق میں حاضر نہیں ہوں گے اور دوسرے دن غائب ہو کر تیسرے دن آئیں گے تو درس کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہوگا جس کا نتیجہ ہوگا کہ آج کا بھی سبق آپ نہیں سمجھ سکیں گے۔ تعلیم کے حصول کے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ آپ محاسبہ کریں کہ آپ کو علم آ رہا ہے یا نہیں، آپ میں ترقی ہو رہی ہے یا نہیں جتنا وقت اور جتنی محنت آپ کر رہے ہیں اس کا کماحقہٗ ماحصل آپ کو مل رہا ہے یا نہیں، ایسا تو نہیں کہ آپ محنت ۱۰ گھنٹے کریں اور ایک گھنٹے کی مزدوری پر راضی ہو جائیں خوش ہو کہ ہم ممبرے کر درجہ کی ترقی حاصل کر لی۔ اساتذہ سے پوچھیں وہ آپ کو بتائیں گے کہ آپ کے کس حصہ میں نقص ہے اور اس کو دور کرنے کی کیا صورت ہے، موجودہ زمانہ میں خاص طور سے علم کی اہمیت بہت ہے۔ جتنی قومیں ترقی و عروج کے منازل طے کر رہی ہیں اگر ان کے حالات کا جائزہ لیجئے تو پتہ چلے گا کہ وہ علم ہے۔ اہل مغرب علم کے سلسلہ میں بہت زیادہ محنت کرتے ہیں یہاں کے والدین کا مالی سرمایہ اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے وقف ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ ساری دنیا پر کسی نہ کسی حیثیت سے حکومت کر رہے ہیں۔

شعبۂ ثقافت کا افتتاحی جلسہ

۱۲ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ بعد نماز مغرب شعبۂ ثقافت کا جلسہ استاذ گرامی مولانا رابع صاحب ندوی کی صدارت میں ہوا مولانا مجرم نے تفصیل کے ساتھ دیگر اقوام کی تہذیب و ثقافت کا جائزہ لیا، اور اسلامی ثقافت سے موازنہ کیا، اور اس کی خوبیوں کو واضح کیا۔ فرمایا کہ مغربی تہذیب و ثقافت کے برے اثرات سے جہاں ساری دنیا میں فساد و بگاڑ عام ہو رہا ہے اور ساری دنیا پریشان ہے وہیں مغرب کے باشندے بھی حیرت زدہ ہیں اور خود اپنی تہذیب سے بیزار نظر آ رہے ہیں، اس کے مقابلہ میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے فائدے کو ہر ایک نے محسوس کیا ہے اور اسے اپنانے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنی تہذیب پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اسلامی ثقافت کو عام کریں تاکہ دوسروں کے لئے بھی ہم اچھا نمونہ پیش کرنے کے اہل ثابت ہوں۔ استاذ محترم کی دعا پر اس جلسہ کا اختتام ہوا۔

رابطہ ادب اسلامی کی جانب سے عربی میں تحریری مقابلہ

ماہ شعبان ۱۴۱۳ھ میں رابطہ ادب اسلامی کے جنرل سکریٹری مولانا سید رابع صاحب ندوی نے رابطہ کی جانب سے عربی میں ایک مجلہ عربی تحریری مقابلہ کا اعلان کیا۔ جس کا انعقاد ۱۲ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ کو دارالعلوم کے اندر ہوا۔ تقریباً پچاس سے زائد طلبہ نے اس مقابلہ میں حصہ لیا اور برجستہ مضامین لکھے۔

۲۱ محرم الحرام کو باہر سے آنے والے مہمان استاذ عبدالحلیم اویس کے ہاتھوں طلبہ کو انعامات تقسیم کئے گئے۔ مقابلہ میں شریک ہر طالب علم کو خصوصی انعام بھی دیا گیا۔ اس موقع پر مہمان گرامی نے ندوہ اور اس کے عربی خدمات کو سراہا اور خوشی کا اظہار کیا۔

علیا:۔ اول ۔ طارق اختر، محمد صالحین

دوم ۔ عامر مظفر، محمد عفان

وسطیٰ:۔ اول ۔ رضوان اختر۔ دوم ۔ عامر حسین

سوم ۔ عبدالقدیر

سفلیٰ:۔ فیض احمد۔ معصوم رضا۔ مرشد عالم

بقیہ: ذاتِ الٰہی سے غیر مربوط علم

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ علم، دولت اور اس کی نعمتوں سے فیضیاب تو ہوں لیکن علم کا ربط اسم (اللہ تعالیٰ) سے جوڑے رکھیں۔ اور جب قومیں یہ انداز اپنا لیتی ہیں تو دنیا کی دولت جاہ و حشم سب کچھ ان کے قدموں میں ہوتا ہے اور تعمیری کام انجام پاتے ہیں۔

بقیہ: ہمدرد کے تعلیمی وظیفے

جو مسلم طلبہ ان وظیفوں میں دلچسپی رکھتے ہیں اور تعلیم کا سلسلہ عصری تعلیم کے کسی تسلیم شدہ ادارے میں کم از کم ۹۶-۱۹۹۵ء تعلیمی سال تک جاری رکھ رہے ہیں وہ سکریٹری، ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی، تغلق آباد، نئی دہلی ۱۱۰۰۶۲ کے نام خط لکھ کر درخواست فارم منگوا سکتے ہیں۔ بھرے ہوئے فارم ۳۰ ستمبر ۱۹۹۲ء تک وصول کئے جائیں گے۔ تاخیر سے آنے والی درخواستوں پر غور ممکن نہ ہوگا۔

سیدہ حامد سکریٹری، ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی۔

درسِ حدیث (بقیہ)

دوبارہ آپ نے فرمایا۔ عائشہ جس گھر میں کھجور نہ ہو وہ فاقہ زدہ ہے۔ راوی کو شک ہوا کہ آپ نے جیاع کا لفظ استعمال کیا ہے یا جائع کا معنی دونوں کے ملتے جلتے ہیں، یہ الفاظ آپ نے دو یا تین بار فرمائے ہے

سیرت نبوی اور صحابۂ کرام کے واقعات زندگی ان کے جہاد و غزوات اور سرایا میں غذا کے اعتبار سے کھجور نے بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔ غذائی وسائل میں اسی کو اولیت حاصل رہی ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کہ (جس گھر والوں کے پاس کھجور ہو وہ بھوکے نہیں رہ سکتے) کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔

ابو عبدالرحمٰن بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے والد کو بُرَہ کے حوالہ سے جو انھوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے بیان کرتے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ گھر جس میں کھجور نہ ہو گویا اس میں کھانا موجود نہیں ہے"۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نے کھجور ہی کی غذائی طاقت سے توانائی حاصل کر کے کس طرح ملکوں کو زیر کیا اور فتح کا پرچم لہرایا وہ چند کھجوروں سے پوری غذائی طاقت حاصل کر لیتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے لیے نکلے۔ آپ لوگوں کو جہاد کا شوق دلاتے ہوئے فرما رہے تھے خدا کی قسم آج جو شخص بھی ان کفار سے جنگ کرے گا اور ثواب کی امید میں ثابت قدم رہے گا اور پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھتے ہوئے شہید کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ (یہ سن کر) بنو سلمہ کے بھائی عمیر بن حمام نے جو ہاتھ میں چند کھجوریں لیے کھا رہے تھے بول اٹھے ارے! ہمارے اور جنت کے داخلہ میں بس اتنی ہی دیر ہے کہ یہ کفار مجھے قتل کر دیں۔ یہ کہتے ہوئے کھجوریں پھینک دیں اور تلوار لیکر میدانِ کارزار میں گھس گئے، لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ؎۵

اطبا کی کتابیں اور غذائی اشیا پر ریسرچ کرنے والی رصد گاہیں بھی ان کھجوروں کی قیمت بتاتی ہیں اور اس کلام نبوی کے اعجاز پر دلالت کرتی ہیں کہ (وہ جس گھر میں کھجور نہیں گویا اس گھر میں کھانا نہیں)

لہ مسند احمد بن حنبل ؎ فتح الباری کتاب الاطعمۃ باب اکل الجمار۔ ؎ معجم المدینۃ فی عہد الرسول۔ عبداللہ عبدالعزیز بن ادریس۔ ؎ صحیح مسلم شرح نووی۔ ؎ مسند احمد بن حنبل۔

دعائے مغفرت

● دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث مولانا ضیاء الحسن صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور حال استاذ حدیث دار العلوم ہٰذا مولانا نیاز احمد صاحب کے والد بزرگوار کا یکم صفر المظفر ۱۴۱۵ھ کو انتقال ہو گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرما کر جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات سے نوازے۔ آمین۔

قارئین تعمیر حیات سے مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

● سرزمین راجستھان سے پہلا علمی، تعلیمی، دینی، دعوتی، اصلاحی و ادبی ماہنامہ۔
● جامعۃ الہدایہ جے پور کا ترجمان ● مدارسِ اسلامیہ و عربیہ میں ایک متوازن اور انقلابی نظامِ تعلیم کا داعی ● دعوتِ دین کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ● اصلاحِ معاشرہ کا علمبردار ● ادبِ اسلامی کا نقیب۔

ماہنامہ **ہدایت** جے پور

دعوت و اصلاح اور تعلیم و ادب کی اِس آواز کو گھر گھر پہنچائیے

خود ممبر بنئے اور دوسروں کو ممبر بنائیے

شرح خریداری

فی شمارہ ۱۰ روپے ○ ششماہی زرتعاون ۶۰ روپے ○ سالانہ ۱۲۰ روپے
خصوصی زرتعاون سالانہ ۵۰۰ روپے ——— لائف ممبر شپ تین ہزار روپے

خط و کتابت کا پتہ

'ھدایت' پوسٹ بکس نمبر ۳۵، ۱۶۱۷ کھیجڑے کا راستہ بالمقابل ہدایت مسجد اندرا مارکیٹ جے پور

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر HIDAYAT MONTHLY ضرور لکھیں۔

"HIDAYAT" MONTHLY, POST BOX NO. 35, 1617 KHEJRON KA RASTA, OPP. HIDAYAT MASJID, INDIRA BAZAR, JAIPUR-302001

مطالعۂ میز

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب :- عقیدہ اسلامی۔
تالیف :- شاہ محمد عیسیٰ عثمانی فردوسی
سائز :- ۲۰×۳۰/۱۶ انچ، صفحات :- ۲۰۸
قیمت :- چالیس روپئے
کتابت وطباعت وکاغذ :- اوسط
ملنے کا پتہ :- مکتبہ اہل قلم 153/22 E جامعہ نگر نئی دھلی ۱۱۰۰۲۵

اسلام میں عقیدہ کی بڑی اہمیت ہے۔ عقیدہ درست نہیں تو عمل بیکار، پھر بھی عام مسلمانوں میں اعمال کی بے علمی کے مقابلہ میں عقیدہ سے لاعلمی بہت زیادہ ہے، اُمّت کی ضروریات میں سے سب سے اہم ضرورت اس بات کی ہے کہ امت کے ایک ایک فرد کے سامنے اسلامی عقائد بہت واضح طور پر بیان کئے جائیں، اور ضروری عقائد بہت ہی آسان زبان میں لکھ کر گھر گھر پہونچائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف وناشر کو جزائے خیر دے کہ زیر تبصرہ کتاب اسی طرح کی ایک معقول ومفید کوشش ہے۔

کتاب پر مقدمہ دار العلوم دیوبند کے مفتی جناب مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مدظلہ کا ہے وہ لکھتے ہیں" اس کے پڑھنے سے میرے علم میں تازگی پیدا ہوئی اور مسائل مستحضر ہوئے، اس تحریر کے اثرات دل نے قبول کئے اور ذہن و فکر میں اُس سے جلا پیدا ہوئی" بس کتاب کے معتبر اور مفید ہونے کے لئے مذکورہ شہادت کافی ہے رہا تبصرہ تو وہ بھی پیش خدمت ہے۔

مولف نے اس کتاب میں چوتن عناوین پر بات کی ہے پھر ان میں ذیلی عناوین بھی ہیں "شعائر اسلام" کے تحت چوبیس "ادائے حقوق" کے تحت تیرہ اور "متعلق کتاب دین وعقیدہ ومتعلق صحابہ" کے تحت پانچ ذیلی عناوین ہیں۔ مولف نے ہر عقیدہ کو سمجھانے کے لئے بہت ہی سادگی کے ساتھ عقلی تمہید سے بھی کام لیا ہے جس سے پڑھنے والے کے دماغ میں وہ عقیدہ پوری طرح جم جاتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ قاری یہ نہیں سمجھ پاتا کہ اس میں کتنا حصہ تمہیدی واضافی ہے اور کتنا حصہ خالص عقیدہ کا ہے جس کا ماننا لازمی ہے۔ بعض تو عناوین ہی تمہیدی اور اضافی ہیں جیسے "مذہبی عقیدوں کی بنیاد کس طرح پڑی" اور "غیبی طاقت کی جان پہچان"۔

اسی طرح بعض تفصیلات بڑی معلومات رکھتی ہیں اور وہ معلومات بھی صحیح ہیں مگر ان کا عقیدہ اسلامی سے کوئی تعلق نہیں جیسے روح علوی روح سفلی، روح ملکی، روح فلکی، روح عنصری روح حیوانی، روح جنی، روح انسانی، اسی طرح مادہ کے بیان میں، مادہ ارضی، مادہ فلکی، مادہ ظلمت، مادہ نور، مادہ کثیف، مادہ لطیف مادہ کلی، مادہ جزوی وغیرہ بے شک کچھ لوگ خدا کے ساتھ مادہ اور روح کو بھی قدیم مانتے ہیں لہٰذا عقیدہ میں اس غلطی کی تردید کے لئے ان کا ذکر لانا تو صحیح ہے لیکن فلسفہ کی تفصیلات کو عقائد سے جوڑنا یا سائنسی تحقیقات کو عقیدہ میں شامل کرنا صحیح نہیں ہے۔

بعض جگہ دوسرے مذاہب کے عقائد کا ذکر آیا ہے مگر کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے، چاہیئے کہ حوالہ نقل کیا جائے ورنہ اپنا عقیدہ بیان کر دینا کافی ہے۔ مثال کے طور پر تناسخ یعنی آواگون کا عقیدہ صحیح نہیں ہے، جو روح ایک جسم سے نکل گئی، وہ دوبارہ کسی جسم میں داخل نہ ہو گی لیکن آواگون کی تفصیلات میں جانے کی کیا ضرورت اور اگر تفصیلات میں جائیں تو جو کہیں اس کا حوالہ دیں۔

کتاب کے عناوین تقریباً اسلامی عقائد کا احاطہ کر رہے ہیں کچھ اہم عناوین ملاحظہ فرمائیے۔

لوح وقلم، عرش عظیم، کرسی، کعبہ بیت اللہ جنت و دوزخ، میزان، پل صراط، صفات الٰہیہ، فرشتے یا ملائکہ، نبی اور رسول، تقدیر کی بات، نیابت ایصال ثواب، معجزہ وکرامات، صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت، اولیاء اللہ، شعائر اسلام، امامت وخلافت وغیرہ

آخر میں نمونہ کلام عربی پیش کیا گیا ہے جس میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو خطاب کیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے۔ غالباً یہ کلام اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ اس سے باری تعالیٰ کی صفات کا علم ہوتا ہے لیکن بحیثیت عنوان اس کا عقیدہ اسلامی سے کوئی تعلق نہیں۔

کتاب میں کتابت وطباعت کی بھی بعض غلطیاں ہیں لیکن وہ اتنی کم ہیں کہ ان کا ذکر بے کار ہے۔

بحیثیت مجموعی کتاب بہت مفید عقائد اسلامی کو محیط ہے اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائیں

Regd. No. LW/N-956

Office : 385518
Princi : 72335
G. House : 73864

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

جوہرِ انسانیت

یہ دنیا کوئی خودرو جنگل نہیں بلکہ یہ مالی کا لگایا ہوا آراستہ باغ ہے اور انسان اس باغ کا سب سے اعلیٰ پھول ہے، یہ پھول جو ہزاروں بہاروں کا سرمایہ ہے بے مقصد نہیں کہ مَل دَل کر رہ جائے، انسان کے جوہر انسانیت کی اس خالق کے سوا کوئی قیمت نہیں لگا سکتا، اس کے اندر وہ لامحدود طلب، وہ بلند ہمت، وہ بلند پرواز روح اور وہ مضطرب دل ہے کہ ساری دنیا مل کر اس کی تسکین نہیں کر سکتی اور یہ سست خرام دنیا اس کے ساتھ نہیں چل سکتی، اس کے لئے غیر فانی زندگی اور ایک لامحدود دنیا درکار ہے جس کے سامنے یہ زندگی ایک قطرہ اور دنیا بازیچۂ اطفال ہے، وہاں کی راحت کے سامنے یہاں کی راحت اور وہاں کی تکلیف کے سامنے یہاں کی تکلیف حقیقت نہیں رکھتی اس لئے انسان کا فطری تقاضا خدائے واحد کی عبادت، اس کی خود شناسی رضائے الٰہی کی طلب اور اس کی زندگی اس کے لئے جد وجہد ہے، انسان کو کسی روح، کسی مخفی و فرضی طاقت کسی درخت اور پتھر، کسی قسم کی دھات اور جمادات، کسی مال و دولت، کسی جاہ و عزت، کسی طاقت و قوت اور کسی روحانیت و عظمت کے سامنے بندوں کی طرح جھکنے اور سبزہ کی طرح پامال ہونے کی ضرورت نہیں، وہ صرف ایک بلندی کے سامنے سب سے زیادہ پست اور سب پستیوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ بلند ہے، وہ سارے عالم کا مخدوم اور ایک ذات کا خادم ہے، اس کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرا کر اور اس کو اللہ کے سوا ہر ایک کے سجدہ سے منع کر کے ثابت کر دیا کہ کائنات کی طاقتیں جن کے فرشتے امین ہیں، اس کے سامنے سرنگوں اور سربسجود ہیں اور اس کا سر اس کے جواب میں اللہ کے سامنے جھکا ہوا ہے۔

کاروانِ مدینہ ـــــ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

فی شمارہ ۵ روپے | سالانہ سو روپے | ۱۰ اگست ۱۹۹۴ء

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں۔

اظہار احمد

IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
TRADE MARK
CHOWK LUCKNOW INDIA

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس چوک لکھنؤ

Ph. 268898

بمبئی کے قارئین تعمیرِ حیات سے

بمبئی کے قارئین تعمیرِ حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیرِ حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants

44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar,
Bombay 400003
Tele.: Add CUPKETLE Tel.
3762220/ 3728708
Tel.-(R) 3095852

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور کیپ سیل پر (LT) مارکہ ضرور دیکھیں، انڈین کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مٹو کا بنا اصلی نورانی تیل مٹو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔

INDIAN CHEMICAL MAU. N.B. 275101

گذارش: خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام کی سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں۔ خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتر کی کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔

AZAD PRINTING PRESS LKO. PH. 234685 248051